ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
۶ اپریل ۱۹۹۲ء

- حکومت میں نیپ کا وجود "ٹائم بم" سے کم نہیں
- انقلابی اسلام ہی پورا دین ہے مگر ......
- احیائے خلافت کے لئے بنیان مرصوص بن جایئے

عیدین کا آغاز

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ وَلَھُمْ یَوْمَانِ یَلْعَبُوْنَ فِیْھِمَا فَقَالَ: مَا ھٰذَانِ الْیَوْمَانِ ؟ قَالُوْا: کُنَّا نَلْعَبُ فِیْھِمَا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: قَدْ اَبْدَلَکُمُ اللّٰہُ بِھِمَا خَیْرًا مِنْھُمَا یَوْمَ الْاَضْحٰی وَیَوْمَ الْفِطْرِ (رواہ ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ (جن کی کافی تعداد پہلے ہی سے اسلام قبول کر چکی تھی) دو تہوار منایا کرتے تھے اور ان میں کھیل تماشے کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: یہ دو دن جو تم مناتے ہو ان کی کیا حقیقت اور حیثیت ہے؟ (یعنی تمہارے ان تہواروں کی کیا اصلیت اور تاریخ ہے؟) انہوں نے عرض کیا کہ ہم جاہلیت میں (یعنی) اسلام سے پہلے یہ تہوار اسی طرح منایا کرتے تھے (بس وہی رواج ہے جو اب تک چل رہا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے ان دو تہواروں کے بدلہ میں ان سے بہتر دو دن تمہارے لیے مقرر کر دیئے ہیں (اب وہی تمہارے قومی اور مذہبی تہوار ہیں) یوم عید الاضحیٰ اور یوم عید الفطر!

Khalif'ornia

The Domain of the Khilafah

P.O. Box 1932. Walnut Ca, 91789

Volume 1. Publication #5 November / December 1991

کیلی فورنیا (امریکہ) کے ان مسلمان نوجوانوں نے جو "حزب التحریر" کے پر جوش کارکن اور خلافت اسلامیہ کے علم بردار ہیں' اپنے ترجمان جریدے کا نام رکھنے میں بڑی جدت کا مظاہرہ کیا اور اس میں ایک معنویت بھی پیدا کی ہے۔ ان کے پرچے کا نام "خلیفورنیا" ہے جس کی شرح بھی ساتھ ہی دے دی گئی ہے ..... "دی ڈومین آف دی خلافہ" ..... وہ چشم تصور میں خود کیلی فورنیا کو عالمی خلافت اسلامیہ کا مرکز و محور دیکھ رہے ہیں۔ ؎

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

Khilafah, Not Democracy!

The Ameer of "Tanzeem Islami" in Pakistan, Dr. Israr Ahmed's Friday Khutba on July 5, 1991

"... Now in our strive for a better political system, instead of calling for democracy we should call for Khalifa . . . far a long time of advocating democracy and now using the Khilafa will create a little confusion, therefore, today I will concentrate solely on this subject. ... the most difficult question arises when we ask the question that how can we accommodate in comparing the Law of Allah and democracy. Democracy in reality is the rule of the people. On the other side is Islam and there is no place for similarity between the two, in Islam the ruling belongs to Allah alone. The ruling of man, democracy, this concept is Kufr and shirk. ... the warning in the Quran on the ruling of Allah is mentioned in sura Yousuf: ***Authority to legalize and legislate rests with none but Allah.*** And in sura Kahf it is said: ***No guardian have they apart from Allah since he allots to no one a share in His rule.***"

Dr. Israr Ahmed then explains the concept of democracy in further detail. He differentiates the kinds of democracy: one with a Prime minister and its parliament, and the second with the presidential system with its parliament or congress. He points out that once the parliament is formed its members on the basis of majority form whatever laws they want. If they want to legalize adultery then it would be legalized. If they want to legalize what the people of Lut [PBUH] use to do, then they will have the protection of the government. Liquor can be made *hallal* or *haram*. The congress has the total authority, if they want they can bless the marriage of two men! then no one can stop them.

"... In reality the dominion of the heaven and the earth belong to only one and that is Allah. The fact we don't understand this today, on The day of Judgement when it will be asked '***for whom is the sovereignty today? it is for Allah Al-Wahid [The Unique] Al-Qahhar [The Subduer].***"

In further explaining Dr. Israr Ahmed points out the ayah: ***He has created death and life so that He may judge your deeds.*** Then he adds " . . . if mankind due to his choice of freedom continues to live by his own rules, then he may do so. But the consequences of his choice will be evident in the hereafter. Yet we see the system of democracy prevail today. . . In the Islamic State the laws of Allah and His messenger clearly set the guidelines of the radius of ruling. If 51 % of the parliament or even 100 % of the parliament decide to alter the laws, then this is not permitted . . . if this transgression happens then the state is not Islamic, regardless of the state calling its self 'Islamic' ."

Dr. Israr Ahmed in his Khutba did mention: " Today I am going to talk about exclusively on the issue of our nation, I have just recently formed an opinion on this subject . . . after years of calling for democracy . . . especially in opposition to the martial law . . . from 1980 to date, I have on record called for democracy . . . praise be to Allah that the mind has accepted to now call for what the Quran and Sunnah call for, the establishment of Khilafa. . . . In my last two years of travel to America and England I have kept in touch with the members of a group from the Arab world, known as ***Hizb-ut-Tahreer.*** This movement has adopted to reestablish the Khilafa and this issue the focal point of their struggle, and after consulting with other individuals as well, it is evident that we should stop calling for democracy and instead call for Quranic and religious term of Khilafa."

تا خلافت کی بِنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریکِ خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور

جلد ۱ شمارہ ۱۰-۱۱
۲۴ر مارچ تا ۶ر اپریل ۱۹۹۲ء

مدیر
اقتدار احمد

معاون مدیر
حافظ عاکف سعید

یکے از مطبوعات
تنظیمِ اسلامی
مرکزی دفتر: ۶۷-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور
مقامِ اشاعت
۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: ۸۵۶۰۰۳

پبلشر: اقتدار احمد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

قیمت فی پرچہ -/۳ روپے
سالانہ زرِ تعاون (اندرونِ پاکستان) -/۱۲۰ روپے

زرِ تعاون برائے بیرونِ پاکستان

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت	۱۶ر امریکی ڈالر
مسقط، عمان، بنگلہ دیش	۱۲ر 〃 〃
افریقہ، ایشیا، یورپ	۱۷ر 〃 〃
شمالی امریکہ، آسٹریلیا	۲۰ر 〃 〃

ڈھونڈلی قوم نے فلاح کی راہ

پاکستان کی کرکٹ ٹیم نے "ورلڈ کپ" جیت لیا تو یہ ایک اچھی خبر تھی اور اس کارنامے پر ہمارے کھلاڑی حوصلہ افزائی کے بھی مستحق ہیں۔ انہیں شاباش ضرور دی جانی چاہئے کہ ملک کا نام روشن کر کے آئے ہیں لیکن اس جیت پر جشن کا جو سماں دیکھنے میں آ رہا ہے اس کے جواز پر ہمیں کلام ہے۔ کھیل آخر کھیل ہے' اس میں جیت کے ساتھ ہار کے بھی یکساں امکانات ہوتے ہیں اور ہار کو بھی باوقار انداز میں قبول کرنے کو ہی "سپورٹس مین سپرٹ" کہا جاتا ہے۔ پاکستان نے فائنل میچ جیت کر کشمیر کو آزاد نہیں کرا لیا اور اگر ہار ہو گئی ہوتی تو سقوط ڈھاکہ جیسا کوئی دوسرا سانحہ ہم پر نہ گزر گیا ہوتا لیکن اکثر معاملات میں اعتدال کی حد کو پار کر جانا شاید ہمارے قومی کردار کا حصہ بن گیا ہے۔

ذرا غور تو فرمایئے ملک و قوم پر آج کیا گزر رہی ہے۔ اندرون ملک ہر نوع کے مسائل کے پہاڑ سامنے کھڑے ہیں' بین الاقوامی صورت حال ہمارا قافیہ تنگ کرنے پر اتری ہوئی ہے اور ہم ہیں کہ ورلڈ کپ کے کھلونے سے بہلائے جانے کے لئے گویا تیار بیٹھے تھے۔ یادش بخیر' ۱۹۷۹ء میں جن "بنیاد پرست" مسلمانوں نے حرم مکہ پر قبضہ کیا تھا ان کے سعودی عرب کے شاہی خاندان سے اولین چار مطالبات میں ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ سعودی مسلمانوں کی نوجوان نسل کو "کرۃ القدم" یعنی فٹ بال کی جس دیوانگی میں مبتلا کر کے امت کے فردا کی فکر سے فارغ کر دیا گیا ہے اسے کھیل اور جسمانی ورزش کی حد میں واپس لایا جائے۔ اور ہمارے یہاں تو کرکٹ کا جنون وہاں شاہی خانوادے کے پیدا کردہ کرۃ القدم کے جوش و خروش سے پہلے ہی کہیں زیادہ تھا' ورلڈ کپ جیتنے کے بعد یہ جادو سر چڑھ کے بولے گا۔ کرکٹ کا کھیل جس میں جسمانی ورزش نسبتاً کم اور وقت کا ضیاع بہت زیادہ ہے' ہاکی' فٹ بال اور ٹینس جیسے مفید اور مختصر المیعاد کھیلوں کو پیچھے چھوڑ ہی چکا ہے' اب اسے وہ سرخاب کے پر لگیں گے کہ باید و شاید۔ ہر گلی میں چوکے چھکے لگتے نظر آئیں گے چاہے ان سے لوگوں کا سکون ہی کیوں نہ تباہ ہو۔ نونہالان وطن کے سروں میں ایک ہی سودا ہو گا.... ۱۹۹۶ء کا ورلڈ کپ۔ ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ!۔

قومی مزاج کا یہ رنگ ڈھنگ ان لوگوں کے لئے بالخصوص لمحہ فکریہ مہیا کرے گا جنہیں وطن کی واقعی کچھ فکر ہے۔ ملک خدا داد کا ماحول روز بروز اس حقیقی اسلام کے لئے ناساز گار ہوتا جا رہا ہے جو اس کے وجود کا واحد جواز اور استحکام کا واحد ذریعہ ہے۔ کرہ ارضی کے اس حصے میں گزشتہ چار صدیوں کے دوران بزرگوں نے دین کے لئے جو محنت کی اس پر ہماری عہد شکنی اور اخلاق باختگی ہی پانی پھیرنے کو کیا کم تھی کہ ان میں اب لہو و لعب کا بھی اضافہ ہونے لگا ہے جو نتیجے کے اعتبار سے طاؤس و رباب کے ساتھ شغف ہی کے مترادف ہے۔ کرکٹ کے ساتھ ہمارے جذباتی لگاؤ کا پارہ اتنا چڑھ گیا ہے کہ بازیچہ اطفال میں اس کامیابی پر مبارک سلامت کے ڈونگرے برسانے اور مسرت کے ہیجانی اظہار میں مذہبی سیاسی جماعتیں بھی کسی سے پیچھے نہ رہیں اور یہ توفیق صرف جماعت اسلامی کے امیر کو میسر ہوئی کہ قوم کو ہدیہ تبریک پیش کرنے کے ساتھ یہ بھی یاد دلایا جائے کہ کھیل کے علاوہ بھی کچھ میدان ہیں جن میں وطن کے نونہالاں کو مہمات سر کرنی چاہئیں اور یہ بھی کہ ماہ رمضان المبارک کھیل کود کی ایسی معرکہ آرائیوں کے لئے مناسب وقت نہیں ہوتا۔ جماعت اپنی سیاسی مصلحتوں کے تحت لاکھ "عوامی" ہو جائے' اپنے شاندار فکری ماضی سے یکسر لاتعلق نہیں ہو سکتی۔ کھنڈر گواہ ہیں کہ عمارت عظیم تھی۔

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

الہدیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اور نہ کھاؤ تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے اور نہ ذریعہ بناؤ اسے حکام رسی کا' کہ اس طرح دوسروں کے مال کا کچھ حصہ حق تلفی کرکے ہڑپ کر سکو دراں حالیکہ تم خوب جانتے ہو○

(سورۃ البقرہ' آیت نمبر ۱۸۸)

"سورۃ البقرہ کا تیسواں (۲۳) رکوع جو کل کا کل روزے کی فرضیت' اس کی حکمت' رمضان اور روزے کے باہمی تعلق اور روزے کے احکام کے بیان پر مشتمل ہے' اس کا اختتام اس آیہ مبارکہ پر ہو رہا ہے جس میں معاملات کی درستی اور اکل حلال کی خصوصی تلقین و تاکید فرمائی گئی ہے۔ اور یوں گویا اس تقوی کیلئے ایک پیمانہ اور ایک کسوٹی فراہم کر دی گئی جو آیت نمبر ۱۸۳ کی رو سے روزے کا اصل حاصل مقصود قرار پایا تھا۔ کہ درحقیقت تقوی کا تعین انسان کے جبے قبے اور لبادے اور عمامے کے سائز اور تراش خراش سے نہیں ہے بلکہ تقویٰ کا اصل ٹیسٹ تو یہ ہے کہ انسان روز مرہ کے کاموں میں کس درجے راست معاملہ ہے۔ وہ ناجائز طریقے سی دوسروں کا مال ہڑپ تو نہیں کرتا' وہ حکام تک رسائی حاصل کرنے کے لئے اپنے مال کو بطور ڈول تو استعمال نہیں کرتا کہ پھر ناجائز مفادات حاصل کرے جبکہ دوسروں کی حق تلفی ہوتی ہو۔ کہ اپنے مال کو بطور رشوت پیش کر کے اعلیٰ حکام تک رسائی حاصل کرنا اصلا ناجائز منافع کے حصول ہی کے لئے ہوتا ہے جس سے دوسروں کے جائز حقوق پر لامحالہ ڈاکہ پڑتا ہے جو دراصل معاشی استحصال کی ایک انتہائی مکروہ شکل ہے۔ تقویٰ کا معیار یہ نہیں ہے کہ انسان کے ہاتھوں میں ہزار دانوں کی تسبیح ہو بلکہ اس کا اصل پیمانہ یہ ہے کہ انسان اپنے حقوق پر قانع رہے' دوسروں کی حق تلفی نہ کرے اور حلال پر اکتفا کرے' حرام میں منہ مارنے سے گریز کرے۔ یہ وصف اگر کسی شخص میں موجود نہیں ہے تو وہ وضع قطع سے بظاہر کتنا ہی پرہیزگار اور عابد و زاہد نظر آتا ہو اور اس نے خود کو "تقویٰ" کے خواہ کتنے ہی ظاہری لبادوں میں چھپا رکھا ہو' تقوی کی اصل حقیقت سے محروم اور تہی ہے۔)

(ترجمانی : حافظ عاکف سعید)

جوامع الکلم

جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے ایمان و احتساب کے ساتھ اس کی اگلی پچھلی خطائیں بخش دی جائیں گی'

(بلا شبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں ان مسلمان روزہ داروں کے لئے بڑی بشارت ہے جو ایمان و یقین کے ساتھ ساتھ خلوص و اخلاص کی دولت سے بھی مالا مال ہوں)

اور جو کھڑا رہا رمضان کی راتوں میں ایمان و احتساب کے ساتھ' اس کے بھی تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے جائیں گے۔

(کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی نوید ان عاشقان قرآن کے لئے بھی ہے جو رمضان کی راتوں کو تراویح اور نوافل میں زیادہ سے زیادہ قرآن پڑھ کر گزراتے ہوں' کہ کھڑے ہونے سے مراد حالت قیام میں قران کی طویل قراءت ہی تو ہے)

اور جو کھڑا رہا لیلتہ القدر میں ایمان و احتساب کے ساتھ' اس کی بھی تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دی جائیں گی۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم بروایت

حضرت ابو ہریرہؓ)

(یہی نوید لیلتہ القدر کے ان شب بیداروں کے لئے ہے جو نوافل پڑھتے اور قرآن کی تلاوت کرتے پوری رات گزار دیں گے۔)

(اللھم ربنا اجعلنا منھم۔ امین)

حکومت میں نیپ کا وجود ٹائم بم سے کم نہیں

عبدالکریم عابد

کشمیریوں کا اب پاکستان سے تصادم ہوگا؟

سندھ میں آپریشن سیاسی مفاہمت سے مشروط ہونا چاہئے

سندھ میں ایک بڑا آپریشن ناگزیر معلوم ہوتا ہے اور عید کے بعد اس کی تیاریاں بھی ہیں لیکن یہ آپریشن بڑی جماعتوں کی منظوری اور تائید کے بغیر کیا گیا تو نہ صرف حکمراں بری طرح الجھ کر رہ جائیں گے بلکہ ملکی اور قومی لحاظ سے بھی ایک خطرناک صورت حال ابھر کر آجائے گی۔

یہ صحیح ہے کہ سندھ کا اندرونی علاقہ مکمل طور پر ڈاکوؤں ' تاوان وصول کرنے والوں اور تخریب کاروں کی گرفت میں ہے حتی کہ اگر کوئی ٹرین یا بس بخیریت گزر جاتی ہے تو اس کے مسافر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔ دادو کے علاقہ میں ڈاکو راج اب انتہا پر ہے ' لاڑکانہ میں ڈاکٹر کو اغوا کیا گیا' کونسلر کو اغوا کیا گیااور روز مرہ کی بدامنی کے خلاف لاڑکانہ کے تاجروں نے ہڑتال کے ذریعے اس پر احتجاج کیا کہ حکومت امن قائم رکھنے میں ناکام ہے۔ ڈاکوؤں نے تمام بڑے چھوٹے زمینداروں کو نوٹس دے رکھے ہیں کہ جس نے تاوان ادا نہیں کیا اس کی فصل کو آگ لگا دی جائے گی۔

جتوئی صاحب کے علاقہ پر بھی ڈاکوؤں نے حملہ کیا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ وڈیرے ڈاکوؤں سے ان کی آمدنی میں حصہ لیتے تھے' اب صورت حال اس کے برعکس یہ ہے کہ ہر وڈیرہ ڈاکوؤں کو جگا ٹیکس ادا کر رہا ہے۔ تخریب کاری کی انتہا یہ ہے کہ جیکب آباد سے کراچی تک ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں گیس کی پائپ لائنوں کو پانچ جگہ سے اڑایا گیا۔ اب تجویز یہ ہے کہ ریلوں کے ڈبوں کے ساتھ حفاظتی لائنوں کی حفاظت کے بھی خصوصی انتظامات کئے جائیں مگر صورت حال پر قابو پانے کے لئے ایک بار جرائم پیشہ عناصر کی صفائی ضروری ہے۔

یہ صفائی کا کام اگر تنہا رینجرز اور فوج آزادانہ طور پر خود کرتی ہے تو اسے سیاسی ایجی ٹیشن کا مسئلہ بنا لیا جائے گا۔ دوسری طرف ڈاکو بھی نہتے نہیں ہیں' ان کے پاس کلاشنکوفوں سے لے کر راکٹ تک ہر قسم کا اسلحہ ہے اور پشت پر بھارت ہے جس نے سندھ کو کشمیر بنانے کے لئے کافی انتظامات کر رکھے ہیں۔ بھارت کی مدد سے یہ ڈاکو مجاہدین آزادی کا روپ دھار لیں گے۔ سیاسی عناصر الگ اپنی دکان چمکانے کے لئے سندھ کی مظلومیت پر بیانات جاری کریں گے۔ پھر سوال یہ ہے کہ رینجرز یا فوج سندھی بیورو کریسی کا تعاون کس طرح حاصل کرے گی۔ اس بیورو کریسی میں بھی ڈاکوؤں اور غیر ملکی طاقتوں کے ایجنٹ اور تنخواہ دار بیٹھے ہیں' لوٹ کے مال میں انہیں بھی حصہ ملتا ہے اور یہ ہر آپریشن کو ناکام بنانے کی کوشش کریں گے۔

اس پس منظر میں کسی بھی آپریشن سے پہلے صوبہ میں سیاسی فضا بہتر بنانا ضروری ہے۔ وزیراعلیٰ مظفر حسین شاہ کے متفقہ انتخاب سے امید یہ تھی کہ سندھ میں ایسی حکومت بنے گی جو سب کو پسند ہوگی اور جو سب کے تعاون سے کام کرے گی۔ پیپلزپارٹی نئے وزیراعلیٰ سے اور نئے وزیراعلیٰ پیپلزپارٹی کے تعاون سے کام کرنے کے لئے تیار تھے لیکن جو لوگ مرکز میں بیٹھے ہیں' انہیں سندھ میں کوئی افہام و تفہیم پسند نہیں۔ وہ محاذ آرائی کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں اس لئے مظفر حسین شاہ کی صوبائی حکومت پھر متنازعہ بن گئی ہے اور کہا جا رہا ہے کہ تبدیلی بس یہ ہوئی ہے کہ جام صادق کی حکومت نے نیا جنم لے لیا ہے ورنہ اس حکومت کے کرتوت وہی ہیں جو پہلے تھے۔

پیپلزپارٹی کے ارکان اسمبلی شکایت کر رہے ہیں کہ انہیں حسب سابق تنگ کیا جا رہا ہے۔ ایک رکن اسمبلی نے یہ شکایت کی ہے کہ اس کے پیٹرول پمپ بند کر دیئے گئے۔ جتوئی صاحب کے صاحبزادے جونہی کابینہ سے نکالے گئے' ان کے خلاف ایم آر ڈی کی تحریک کے دنوں کے مقدمہ قتل کی فائلیں پھر نکال لی گئی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ سندھ کے سیاسی رہنماؤں کو ایک جگہ جمع کئے بغیر اور ان کا تعاون حاصل کئے بغیر اندرون سندھ کوئی بڑا آپریشن کس طرح کامیاب ہو سکے گا؟۔ اگر حکومت نے سیاستدانوں اور سیاسی جماعتوں سے ہی لڑنا ہے تو وہ ڈاکوؤں سے کیونکر نپٹ سکے گی؟۔ اس سے بھی زیادہ اہم سوال یہ ہے کہ اگر مرکز میں مختلف مقتدر اصحاب خود آپس میں دست و گریباں رہے تو جس مرکز پر انتشار اور خانہ جنگی حاوی ہو وہ کوئی مضبوط آپریشن کیسے کر سکتا ہے؟۔

پچھلے دنوں امریکہ اور بعض مغربی ملکوں کے سفیر اندرون سندھ میں گھومتے پھرتے رہے ہیں۔ بھارت کے آدمی تو اب ہر ہر قصبہ اور شہر میں موجود ہیں اور غیر ملکی عناصر کی کوشش یہ ہے کہ سندھ بمقابلہ پنجاب کا جھگڑا کھڑا ہو جائے کیونکہ وہ برصغیر کی جدید تشکیل اس طرح علاقائی اور لسانی اساس پر کرنا چاہتے ہیں کہ ایک ڈھیلا ڈھالا کنفیڈرل نظام رہے اور اسے وہ جب چاہیں تتر بتر کر سکیں۔ اس پس منظر میں پیپلزپارٹی ابھی تک

اس کوشش میں ہے کہ وہ سندھ میں صرف سندھی جماعت نہ رہے' ایک قومی جماعت کی جو حیثیت ہے وہ بھی قائم رہے تاکہ پنجاب میں بھی اس کی سیاست چل سکے لیکن جس طرح ضیاء الحق صاحب کے عشرہ میں پیپلزپارٹی کو دبایا اور کچلا گیا وہ کاروبار صدر اسحاق کی جمہوریت میں بھی جاری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سندھ میں پیپلزپارٹی ضیاء دور سے بھی زیادہ آزمائش اور آفات کا شکار ہو گئی ہے۔ پہلے صرف اعلیٰ قیادت نشانہ تھی' اب عام کارکن بھی انتقامی کارروائیوں کی زد میں آگیا اور جام صاحب نے ہزاروں لوگوں کو "الذوالفقار" کا آدمی بنا دیا۔

ایک طرف پیپلزپارٹی کے ساتھ یہ محاذ آرائی ہے تو دوسری طرف جئے سندھ عناصر کی سرپرستی ہے' بدعنوان عناصر سے ملی بھگت ہے اور یہ سب محاذ آرائی کی ضروریات اور لوازمات ہیں۔ اس محاذ آرائی کو باقی رکھ کر سندھ میں امن و امان کی صورت حال ایک کیا ہزار فوجی آپریشن سے بھی بہتر نہیں ہو سکے گی اور نئے نئے فساد کھڑے ہو جائیں گے۔ بے شک آپریشن ناگزیر ہے اور جس قدر جلد ہو سکے' بہتر ہے لیکن یہ آپریشن سیاسی محاذ آرائی کو افہام و تفہیم میں تبدیل کرنے کے بعد ہونا چاہئے اور خوش قسمتی سے اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اس کے لئے پیپلزپارٹی نہ صرف ذہنی بلکہ عملی طور پر بھی تیار ہے اور منتظر ہے کہ اس کے متعلق پرانی پالیسیاں تبدیل کی جائیں۔ اس سلسلہ میں بے نظیر صاحبہ کی فوج کی اعلیٰ قیادت سے بھی بات چیت ہوئی ہے اور اس قیادت نے بھی پیپلزپارٹی کے تعاون کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے لیکن عملاً یہ تعاون کی فضا کہیں موجود نہیں۔

پیپلزپارٹی سے قطع نظر ایم کیو ایم کو بھی چوہے بلی کے کھیل کا شکار کیا جا رہا ہے۔ ایم کیو ایم کے رہنماؤں نے صاف صاف لفظوں میں کہا ہے کہ ان کے خلاف سرکاری ایجنسیاں سازش کر رہی ہیں۔ ایم کیو ایم کے مزدور رہنما شہزاد مرزا کے قتل کے متعلق بھی الطاف حسین کا دعویٰ ہے کہ یہ قتل سرکاری ایجنسیوں نے کرایا ہے اور پچھلے چار ماہ میں ایم کیو ایم کے پانچ رہنما اس طرح قتل کئے گئے ہیں ۔ ایک متوازی ایم کیو ایم بھی کھڑی کر دی گئی ہے اور اسے بھی مقتدر حلقوں ہی کی سرپرستی حاصل ہے۔ ممکن ہے کہ صدر اور وزیراعظم کی مختلف پالیسیوں کے نتیجہ میں ایم کیو ایم کے متعلق طرز عمل مختلف ہو لیکن یہ صورت بھی خطرہ کی گھنٹی ہے اور آپس کی کشاکش میں ایم کیو ایم کو حلیف اور حریف بنانے کے نتائج صوبہ کے امن اور پاکستان کی سیاست کے لئے بھی اچھے نہیں ہو سکتے۔

یہ ہماری بیوروکریسی مشرقی پاکستان کے معاملے میں بھی خود کو بڑا عقلمند خیال کرتی تھی اور اپنی دانست میں وہ مجیب کے حامیوں مخالفوں کو لڑا کر کامیاب سیاست کا مظاہرہ کر رہی تھی لیکن بیوروکریسی کی پیدا کردہ ان لڑائیوں یا لڑائیوں کی سرپرستی نے ہی مشرقی پاکستان کا بیڑا غرق کیا مگر اس سے کوئی سبق نہیں سیکھا گیا۔ اب بھی اسلام آبادی بیوروکریسی یہ سمجھتی ہے کہ وہ جئے سندھ کو' پیرپگاڑا کو' مخدوم خاندان کو' جتوئی کو اور ایم کیو ایم کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کر رہی ہے اور ان کو آگے کر کے اس نے پیپلزپارٹی کا راستہ روک رکھا ہے لیکن یہ عقلمندی نہیں بے وقوفی ہے کہ اپنے ہی وطن میں تضادات اور ٹکراؤ کو ہوا دی جائے اور غلط بخشیوں کے ذریعے غلط لوگوں کو مسلط کیا جائے۔

حکومت اور ملک دونوں کے لئے یہ تشویش انگیز صورت حال ہے کہ ہر صوبہ میں ایسے حالات پیدا ہو رہے ہیں جو سیاسی دلدل کو گہرا کر رہے ہیں اور ملک و قوم اس دلدل میں مزید دھنس رہے ہیں ۔ کشمیر میں خود کشمیریوں اور حکومت پاکستان کا مقابلہ ہے اور وہ آمنے سامنے آ گئے ہیں۔ بلوچستان میں ذکری فرقہ کا مسئلہ خطرناک ہو گیا ہے۔ پنجاب میں سپاہ صحابہؓ مسلم لیگ کی مدمقابل قوت بن کر ابھری ہے۔ سرحد میں نیپ کو حکومت نے حلیف بنایا تھا اور اب برسراقتدار مسلم لیگ پرو نیپ مسلم لیگ اور اینٹی نیپ مسلم لیگ میں تقسیم ہو چکی ہے اور مسلم لیگ کے ان دونوں دھڑوں کے لیڈر ایک دوسرے کے خلاف بیان بازی کر رہے ہیں جب کہ نیپ نے مسلم لیگ کے اس تضاد کو تیز کرنے کے لئے جارحانہ رویہ اختیار کر لیا ہے اور اس کے رہنما اشتعال انگیز زبان بھی استعمال کر رہے ہیں۔

نیپ کے رہنما فرید طوفان نے اپنی پریس کانفرنس میں جناب ضیاء الحق اور ان کے صاحبزادے اعجاز الحق کے متعلق نہ صرف سخت زبان بلکہ ناشائستہ زبان استعمال کی اور اعجاز الحق کو یہ دھمکی دی ہے کہ وہ نیپ کی مخالفت سے باز نہ آئے تو سرحد میں ہم ان کی پتلون اتار دیں گے اور کہا گیا ہے کہ اس آمرزادہ کا باپ یہودیوں کا ایجنٹ تھا۔ اس نے افغان جنگ کا اسلحہ بیچ کھایا اور ٹھیکوں میں رشوت لی اور اعجاز الحق نے بھی فرانس کی کمپنی سے رشوت لی ہے۔ دوسری طرف مسلم لیگ میں بھی نیپ کی حمایت اور مخالفت میں چودھری شجاعت' لالیکا' اعجاز الحق اور اقبال احمد خان کے درمیان تیز و تند بیانات کا تبادلہ جاری ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر کوئی پس پردہ کی طاقتوں کے کسی گندے کھیل میں استعمال ہو رہا ہے یا شریک ہے۔

نیپ کے لیڈروں کا کہنا ہے کہ سازش نواز شریف کے خلاف ہے لیکن ایسا ہے تو وہ اپنے ناشائستہ اور سخت بیان بازی یا بائیکاٹ کے ذریعے نواز شریف کی مدد کر رہے ہیں یا الٹا انہیں اور مبتلائے مصیبت کر رہے ہیں؟۔ کالا باغ ڈیم پر نیپ کے لیڈروں کے دھمکی آمیز بیانات اپنے حلیف وزیراعظم کی مدد ہیں؟۔ معلوم تو یہ ہوتا ہے کہ اگر نواز شریف کے خلاف سازش ہے تو نیپ کے لیڈر اپنے طرز عمل سے اس سازش کو دانستہ یا نادانستہ تقویت پہنچا رہے ہیں اور نیپ کے لیڈر جو بھی ہوں' نادان نہیں ہیں اس لئے ان کی سیاست جو بھی ہے دانستہ ہو گی اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ نواز حکومت میں نیپ کی صورت میں کسی نے ٹائم بم رکھ دیا ہے جو اب پھٹ گیا ہے یا پھٹنے کے قریب ہے لیکن یہ سب کچھ جو رہا ہے' ملک کے لئے کسی خیر کی علامت نہیں۔ خیر اور عافیت کا راستہ یہی ہے کہ درپردہ سازشیں ختم ہوں' رہنما لوگ ایک دوسرے سے مفاہمت پیدا کریں اور ایسے اتحاد نہ بنائیں جو انتشار پر منتج ہوتے ہوں۔ ملکی سیاست میں اتحاد کے نام پر عارضی گٹھ جوڑ نہ ہوں تو اچھا ہے لیکن الگ الگ رہنے کی صورت میں بھی عناد نہیں ہونا چاہئے اور آپس میں ایک مفاہمت ملک و قوم کے لئے سب لیڈروں اور جماعتوں میں موجود رہنی چاہئے۔

ملک کے داخلی اور خارجی مسائل ملک میں اتفاق و اتحاد کی فضا چاہتے ہیں مگر ہمارے لیڈر حضرات انتشار کی فضا کو بڑھاتے چلے جا رہے ہیں اور ان کا یہی رویہ رہا تو جیت انتشار کی ہو گی اور ملک و قوم کی قسمت میں شکست لکھ دی جائے گی۔

OO

ایک قائد، ایک مقصد، ایک راستہ

احیائے خلافت کے لیے بنیان مرصوص بن جایئے

سید معین الدین ایڈووکیٹ

تحریک خلافت پاکستان کے پہلے ملک گیر کنونشن منعقدہ ۳ر مارچ بمقام راولپنڈی کی روداد میں لاہور سے تعلق رکھنے والے معاون تحریک جناب سید معین الدین ایڈووکیٹ کے اظہار خیال کا سرسری ذکر آیا تھا۔ مناسب معلوم ہوا کہ ان کی تقریر کے جستہ جستہ حصے "ندائے خلافت" میں پیش کئے جائیں بالخصوص اس مشاہدے کے بعد کہ ان میں تحریک کے بلاوے کو ٹالنے کا رجحان نہیں پایا جاتا۔ رمضان المبارک میں تحریک کے حلقہ لاہور کے کنوینر کی طلبی پر جمع ہونے والے معاونین میں وہ نمایاں ہونے کی کسی خواہش کے بغیر موجود پائے گئے ...... مدیر

جناب ڈاکٹر صاحب، جنرل تجمل حسین ملک صاحب اور معزز حاضرین! بات دراصل یہ ہے کہ زمانے میں ہر چیز کو خراب کرنے میں اس حد تک ترقی ہوئی کہ الفاظ اپنے معانی اور پس منظر کو کھو بیٹھے ہیں چنانچہ ہم جب تک الفاظ کو ان کے اپنے پس منظر میں بیان نہیں کریں گے، اس وقت تک ہمارے سامنے صحیح صورت حال نہیں آئے گی۔ یہ بات یاد رہے کہ میں عام سا آدمی ہوں اور مخصوص معنوں میں قطعاً مذہبی آدمی نہیں، تاہم دین سے ہمارا شعوری تعلق ہے لہٰذا ہم اس کی روشنی میں دنیا کے واقعات کا ذکر کرتے ہیں، تاریخ کا ذکر کرتے ہیں، زمانے کے چلن کی بات کرتے ہیں اور صرف عقیدت کی بات نہیں کرتے۔

اسلام میں اہرمن اور یزداں کی تفریق نہیں کہ ایک بدی کا خدا ہے تو دوسرا نیکی کا۔ یا یہ کہ روحانیت کو علیحدہ پیدا کیا اور مادیت کو علیحدہ پیدا کیا بلکہ مادیت کو شیطان نے پیدا کیا۔ یہ ثنویت آج کے دور کی بنیادی غلطی ہے۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ خلافت اور جمہوریت دو علیحدہ نظام نہیں اور ایک دوسرے سے متصادم بھی نہیں ہیں۔ ان کا آپس میں کوئی ٹکراؤ نہیں لیکن ان میں سے ہر یک کے ایک معنی ہیں، ایک مقصد ہے اور ان کے پیچھے ایک بہت طویل تاریخی پس منظر ہے۔

جمہوریت ملک میں موجود ہے۔ آپ میں سے کچھ لوگوں نے پیسے لے کر ووٹ دیئے، کچھ نے دشمنیوں اور دوستیوں کی بنیاد پر ووٹ دیئے یا کوئی اور رشوت لے کر ووٹ دیئے۔ میں جمہوریت کی برائی نہیں کر رہا، یہ اس کا خاصہ ہے کہ اس میں اسمبلی تک پہنچنا ہوتا ہے اور اس کے لئے ہر حربہ جائز ہے۔ آپ کے ملک میں یہ سب کچھ موجود ہے۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا، آپ کے سامنے یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور خود ہم کر رہے ہیں۔ کسی سے پوچھنے کی ضرورت ہی کیا ہے!

جمہوریت اپنی تاریخ کے اعتبار سے لادینی نہیں، لاخدائی ہے۔ اس میں خدا کا کوئی تصور نہیں۔ یہ ایک ایسا تصور ہے جس میں خدا کی حکمرانی نہیں ۔ یہ جمہوریت ہے کہ جن لوگوں کی آپ پیروی کرنا چاہتے ہیں اور ان کی امامت آپ تسلیم کرتے ہیں وہ جمہوریت کے زور پر ہم جنسیت کو بھی حلال کر سکتے ہیں۔ کیا آپ ان لوگوں کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں؟۔ یورپ میں جس کو عرف عام میں جمہوریت کی ماں قرار دیا جاتا ہے، وہاں صرف عددی اکثریت کی بنیاد پر یہ خباثت جائز کر دی گئی۔ انگلستان کے لوگوں نے بھی ان کو یہ اختیار نہیں دیا تھا کہ آپ اس بداخلاقی کو جائز کر دیں۔ انہوں نے تو طریق حکمرانی کے لئے اختیار (MANDATE) دیا تھا لیکن اس نظام میں پارلیمنٹ مختار کل ہوتی ہے جب کہ مسلمانوں میں کوئی بھی مختار مطلق نہیں ہوتا۔ "ان الحکم الا للہ" حکم صرف اللہ کا ہے، امر صرف اس کا ہے، اس کے علاوہ کسی دوسرے کا امر نہیں۔

آپ کے ہاں بھی ایک شریعت ایکٹ پاس ہوا ہے اور یہ یورپ کے تتبع میں پاس ہوا۔ یورپ میں اصول ہے کہ ABSOLUTE SOVEREIGNTY LIES IN THE PARLIAMENT یعنی پارلیمنٹ کو اختیار مطلق حاصل ہے جس نے اس ایکٹ میں ایک دفعہ ۳ رکھ دی ہے اور اتنے بڑے تضادات اور اتنی بڑی شتر گربگی آج تک نہیں ہوئی جتنی اس دفعہ میں ہوئی۔ کہا گیا کہ Islam is the Supreme law in Pakistan یعنی قانون اسلامی پاکستان میں بالاتر قانون ہے، اس سے بڑھ کر کوئی قانون نافذالعمل نہیں۔ پھر اسی دفعہ میں کہا گیا ہے "لیکن پارلیمنٹ کے اختیار مطلق میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس تضاد کا کیا مطلب؟ اسلام بالاتر قانون ہے لیکن ساتھ ساتھ پارلیمنٹ بھی مختار مطلق ہے۔ گویا یہی پارلیمنٹ کے لوگ Sovereign ہیں!؟۔ یہی بات یورپ کی جمہوریت میں پائی جاتی ہے لیکن وہاں تو ایسی بیماریاں بھی ہیں جو کم ترقی یافتہ لوگوں میں نہیں پائی جاتیں۔ ان کی ترقی یافتگی کو کیا کریں۔ ان کی ترقی یہ بھی تو ہے کہ انہوں نے انسانوں پر ایٹم بم استعمال کیا اور دنیا کی جو بھی بداخلاقی کی بیماریاں ہیں، وہ سب یورپ میں پائی جاتی ہیں۔ AIDS کا آج تک علاج بھی دریافت نہیں ہو سکا۔ تو کیا یہاں لوگ ان کا تتبع کرنا چاہتے ہیں، ان کی

جمہوریت اپنانا چاہتے ہیں؟۔

خلافت اور جمہوریت میں کوئی تصادم نہیں۔

میں صاف بات کہہ دیتا ہوں' گھبرا کر اور ڈر کر کوئی بات نہیں کہتا۔ یہ کیا کہ مسلمان بھی ہو اور سچی بات نہ کہے۔ توحید کا تقاضا یہ بھی ہے کہ انسان صرف اللہ سے ڈرے ۔ آپ کو جج بنا کر بات کرتا ہوں۔ یورپ کی جمہوریت کا نقشہ تو آپ کے ذہن میں موجود ہے' ذرا خلافت کو تصور میں لائیں۔ کیا خلافت کے تصور سے آپ کے ذہن میں خدا کی کبریائی کا تصور نہیں ابھرتا؟۔ ہر نیک تصور خلافت کے لفظ سے ابھرتا ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنے ایک بیان' ایک تجزیئے میں فرمایا کہ ہم خلافت کا بیان جمہوریت کی نفی میں نہیں کرتے بلکہ خلافت ایک تصور ہے جو ہمارے تاریخی و سیاسی پس منظر سے مطابقت رکھتا ہے۔ مسلمانوں نے جو سیاسی اور تاریخی کارنامے انجام دیئے ہم اس پر فخر کرتے ہیں۔ اس قدر تہذیبی و سیاسی ورثہ دینے والی قوم دنیا میں کبھی آئی ہی نہیں۔

انگریز کبھی دنیا میں واحد سپرپاور تھا پھر اس کا نام و نشان مٹ گیا لیکن مسلمان چودہ سو سال حکومت کرتے رہے۔ آج بھی افریقہ اور ایشیا کے بہت سے علاقوں میں جن کا عرب سے کوئی تعلق نہیں' عرب تہذیب کی عملداری ہے۔ وہاں کی زبان بھی عربی ہے' وہاں کا کلچر عربی ہے۔ یہ آپ کی تہذیب و تمدن کی گہرائی اور اس کی معقولیت کا ثبوت ہے۔ چودہ سو سال میں جہاں گئے وہاں یہ تمدن رچ بس گیا۔ آج بھی اگر پاکستان میں آپ عملی طور پر اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں تو یہ اسلام کی سچائی کی دلیل ہے۔ اے مسلمانو! تمہاری تہذیب اتنی مضبوط' دلکش' متنوع' جاندار' اور حیات بخش ہے کہ تم جس ملک میں گئے وہ ملک تمہارا بن گیا' وہ مسلم ملک بن گیا اور آج دنیا میں پچاس آزاد مسلمان ممالک ہیں۔

اسلام تنظیم پر زور دیتا ہے' اس کا مطلب سمجھ لیجئے۔ اگرچہ آپ بزرگ ہیں اور مجھ سے بہتر جانتے ہیں تاہم صرف یاددہانی کرانا چاہتا ہوں۔ تنظیم مختلف حصوں میں بٹ جانے کو نہیں کہتے' تنظیم ایک لڑی میں پروئے جانے کو کہتے ہیں۔ ہمیں شرعی طور پر کہا جاتا ہے کہ اگر تم دو آدمی ہو تو اپنے میں سے ایک کو امیر بنا لو' رہنما یا لیڈر بنا لو۔ تو کیا اگر پانچ افراد ہوں تو دو رہنما بنا لینے چاہئیں؟۔ دس ہوں تو تین بنا لینے چاہئیں؟۔ نہیں' امیر' رہنما اور لیڈر ایک ہی ہو گا۔

خلافت حکومت سے تعلق رکھتی ہے۔ حکومت کس کو کہتے ہیں؟ مرکزیت کو کہتے ہیں۔ حرکت مرکز سے شروع ہوتی ہے اور دائرے کے آخری حصے تک پہنچ جاتی ہے۔ ذرا ڈرتے ہوئے ایک خطرناک بات عرض کر رہا ہوں۔ صاحب! دین کو سامنے رکھیئے' اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ آپ جانتے ہیں' میں اس کو بیان نہیں کروں گا۔ اپنا ایک رہنما مقرر کر لیجئے۔ سائنس میں ترقی کرنی ہے تو سائنس کا امام بنا لیجئے' تجارت میں ترقی کرنا ہے تو تجارت کا امام' خلافت میں اگر پچاس امام بنائے جائیں گے تو نہ خلافت آئے گی نہ خلافت کا مقصد حاصل ہو گا۔ مرکزیت پیدا نہیں ہو سکے گی۔ دین کو سامنے رکھئے' دین اجتماعی چیز ہے جس میں اختلاف نہیں ہونا چاہئے۔ دین میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

میں سود کے خلاف بعض سیمینارز میں شامل ہوا' پھر خلافت کے سیمینارز میں شامل ہوا۔ تیس تیس مقرر بولتے تھے۔ صرف تضادات بیان ہوتے تھے۔ بات سود پر ہو رہی ہے اور شیعہ کو کافر قرار دیا جا رہا ہے۔ آپ اس طرح خلافت لے آئیں گے اور سود ختم کر دیں گے؟۔ یہ بات مجھ جیسا شخص تو نہیں مان سکتا۔ اس طرح کے بھان متی کے کنبے کبھی نتیجہ پیدا نہیں کرتے۔ تاریخ میں انہوں نے کبھی آج تک کچھ کر کے نہیں دکھایا۔ میں بلا دلیل نہیں کہتا' تاریخ گواہ ہے۔ سفر کرنے کے دوران بھی آپ کا ایک امیر ہونا چاہئے تو کیا خلافت کے لئے پچاس رہنما ہونے چاہئیں جو ایک دوسرے سے اختلاف ہی نہ رکھتے ہوں بلکہ دشمنی رکھتے ہوں وہ کیسے آپ کو آگے بڑھائیں گے؟۔

میرا ڈاکٹر صاحب کے ساتھ بہت دیر سے عقیدت مندانہ تعلق ہے ۔ انہوں نے یہ تحریک خلافت شروع کی تو میں اس کا معاون بنا ہوں کیونکہ مجھے ان میں اس تحریک کی قیادت کا جوہر نظر آیا ہے' ان کا ماضی بھی میرے سامنے ہے۔ ایک قائد' ایک راستہ اور ایک مقصد ہونا چاہئے تبھی نتیجہ نکلتا ہے۔ محمد علی جناح نے یہ پاکستان ایک جماعت سے بنایا تھا اور اسے تباہ کیا مختلف جماعتوں نے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مختلف جماعتیں نہ بناؤ' مختلف مقاصد کے لئے مختلف جماعتیں ہو سکتی ہیں لیکن اگر خلافت کا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہو تو ایک قائد کے تحت بنیان مرصوص بنا ہو گا کیونکہ اس عظیم کام میں بہت تکلیف اور پریشانی آ سکتی ہے' معاشی مشکلات بھی پیش آئیں گی۔ جو بات ڈاکٹر صاحب نے آپ کے سامنے رکھی ہے اس پر غور فرمایئے۔ وہ آپ سے اپنی جماعت کے لئے تعاون نہیں چاہتے ۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ اس ملک کی تباہی جماعتی تعاون سے آئی جبکہ ڈاکٹر صاحب ایک اچھے مقصد کے لئے تعاون چاہتے ہیں۔ آپ سے جماعتی تعاون نہیں مانگتے بلکہ ایک مقصد پر وفاداری چاہتے ہیں۔ مقصد کی وفاداری آپ میں اتحاد پیدا کرتی ہے جس سے آپ آگے جا سکتے ہیں۔

خلافت میں آپ جانتے ہیں کہ حاکمیت اللہ کی ہے اور یہی توحید ہے۔

باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے
شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول

خلافت میں کوئی دوئی نہیں۔ خلافت آپ کو یک جان بناتی ہے۔ عملی توحید سے آشنا کرتی ہے۔ آپ کی تمام چیزوں میں یکتائی پائی جانی چاہئے۔ اختلاف باعث رحمت ہے' مخالفت باعث رحمت نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب نے جو تحریک شروع کی ہے' ہمیں اس میں تعاون کرنا چاہئے اور سوچ سمجھ کر اسے آگے لے جانا چاہئے۔ یاد رکھئے ایک واحد قیادت کچھ دے سکتی ہے' مختلف اور اجتماعی قیادتیں کچھ نہیں دے سکتیں۔ وما علینا الا البلاغ ۔OO

> ”قرآن اور حدیث رسولؐ کی رو سے ہمیں یقین کامل حاصل ہے کہ متذکرہ بالا ”نظام خلافت“ پوری دنیا میں قائم ہو کر رہے گا --- البتہ یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا نقطہ آغاز بننے کی سعادت کس خطہ ارضی کے حصے میں آئے گی ------ اگرچہ گزشتہ چار سو سال کی تاریخ کے حوالے سے امید واثق ہے کہ اس کا نقطہ آغاز سلطنت خداداد پاکستان ہی بنے گی۔ بہرحال ہمارے ایمان کا تقاضا ہے کہ اس کے لئے تن من دھن کے ساتھ سعی کریں“۔
>
> (ڈاکٹر اسرار احمد کی قلم سے)

وفاقی شرعی عدالت کے تاریخ ساز فیصلے کا ایک اور باب

سُود کے بغیر بچت کیسے ہو گی!

اخذ و ترجمہ: سردار اعوان

وفاقی شرعی عدالت کے تاریخ ساز فیصلے میں سے ایک موضوع پر منتخب حصہ پہلے بھی "ندائے خلافت" میں پیش کیا جا چکا ہے۔ اس بار ایک اور اہم موضوع پر فاضل عدالت کے مرتب کردہ سوال کے جواب میں اہل علم کی طرف سے موصول ہونے والی آراء پیش کی جا رہی ہیں جنہیں درج کرنے کے بعد عدالت نے اپنا اخذ کردہ نتیجہ بھی واضح کیا ہے۔ پہلے تین کو چھوڑ کر باقی سب جوابات اور عدالت کے ملاحظات انگریزی زبان میں ہیں جن کا یہاں ترجمہ دیا گیا ہے..... مدیر

سوال نمبر۱۲:

اگر سود کو قطعی طور پر ختم کر دیا جائے تو اسلامی معیشت میں لوگوں کو بچت پر ابھارنے اور سرمایہ کے استعمال میں کفایت شعاری کی ترغیب دینے کے لئے کون سے محرکات استعمال کئے جائیں گے؟

مولانا گوہر رحمان صاحب

تجارتی نفع کے ذریعے لوگوں کو بچت پر ابھارا جائے گا' اگر حرام نفع محرک بن سکتا ہے تو حلال نفع کیوں محرک نہیں بنے گا باقی رہا خسارے کا خطرہ جو سود میں نہیں ہوتا تو پہلی بات تو یہ ہے کہ تجارت میں خسارے کا خطرہ نادر اور قلیل ہوتا ہے اور نفع کی امید زیادہ ہوتی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو ریکشیں بند ہو جاتیں' اس کے لئے خسارے کے در الوقوع خطرے کی وجہ سے لوگ اپنی بچتیں کاروبار میں لگانے سے اتنے خوف زدہ نہیں ہوں گے۔ آج بھی ہمارے معاشرے میں لاکھوں لوگ ایسے ہیں جو تجارت کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کے پاس اتنا زیادہ سرمایہ نہیں ہے کہ وہ اس سے کاروبار شروع کر سکیں۔ اگر ان کے سامنے بینکاری کا ایسا طریقہ موجود ہو جس پر وہ اپنی تھوڑی سی بچت کو بھی تجارت میں لگا سکیں یعنی مضاربہ یا مشارکہ کا طریقہ تو وہ ضرور بچت کر کے اس کاروبار میں حصہ لیں گے اور خسارے کا امکان ان کو خوف زدہ نہیں کرے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ نفع نقصان میں شراکت کا نظام معاشی توازن قائم کرنے کا ایک ذریعہ ہے' اسی توازن کو قائم کرنے کے لئے تو ہم سود کو ختم کرانا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر سعید اللہ قاضی صاحب

سود کو ختم کرنے کے بعد اسلامی معاشرہ کے افراد کو بچت پر ابھارنے اور کفایت شعاری کی ترغیب ان تمام معاشی تعلیمات کے ذریعہ دی جاسکتی ہے۔ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کے فرمان درج ذیل ہیں:

(الف) ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطہا کل البسط فتقعد ملوما محسورا
(بنی اسرائیل۔۲۹)

(ب) وات ذا القربی حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا ' ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین و کان الشیطان لربہ کفورا
(بنی اسرائیل:۲۶۔۲۸)

(ج) والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا و کان بین ذالک قواما (الفرقان: ۶۸)

(د) یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو (البقر ۲۱۹)

(ذ) والتنظر نفس ماقدمت لغد (الحشر: ۱۸)

اس کے علاوہ چند احادیث نبوی بھی دیکھئے

(الف) مما عال من اقتصد (مسند احمد: ج ۱' ص ۴۴۸)

(ب) انک ان تدع وا رثک غنیا خیر من ان تدعہ فقیرا تکفف الناس (مسند احمد' ج ۵' ص ۱۹۸)

(ج) اما الذین اقتصدوا فاو لئک یحا سبون حسابا یسیرا (مسند احمد) ج ۵' ص ۱۹۸)

(د) ان الھدی الصالح والسمت الصالح والاقتصاد جز من خمسۃ و عشرین جزمن النبوۃ
(مسند احمد ج ۱' ص ۲۹۶)

(ز) طوبی لمن ھدی الی الا سلام و کان عیشہ کفافا
(مسند احمد' ج ۵ ص ۲۲۵)

علاوہ ازیں عملی میدان میں شراکت کی بنیاد پر کاروبار کو ترقی دینے نجی طور پر رائج قسط بندی کے جزوی طریقہ کار کی حوصلہ افزائی کرنے اور دیگر بچت کی اسکیموں کو رائج کرنے سے یہ مقصد با آسانی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ حکومت کی طرف سے مختلف فاؤنڈیشنز کا قیام بھی اس جانب ایک اہم قدم ہوگا۔

سید معروف شاہ شیرازی صاحب

اسلامی نظام اس قدر جامع ہے اور اس کی اخلاقی تعلیمات اس قدر ٹھوس بنیادوں پر استوار ہیں کہ اگر حکومت اسلامی اخلاق کو پھیلائے تو فضول خرچی' عیاشی اور اسراف کے تمام

دروازے خود بخود بند ہوجاتے ہیں۔ اس لئے کسی اسلامی معاشرہ میں بچت کرنے کے لئے کسی مصنوعی سکیم کی سرے سے ضرورت ہی نہ ہوگی ' البتہ موجودہ حالات میں بعض حقائق کی نشاندہی ضروری ہے اور بعض تجاویز درج ذیل ہیں۔

ا۔ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد بینک سے تعرض محض اس لئے نہیں کرتی کہ اس میں سودی کاروبار ہوتا ہے ' بعض لوگ کرنٹ اکاؤنٹ محض چیکوں اور ڈرافٹوں کے کیش کرانے کی حد تک کھولتے ---- بے شمار لوگ ایسے تھے جو اکاؤنٹ کھولتے وقت لکھ دیتے تھے کہ ہم سود نہ لیں گے جب سود کا نظام قانوناً ختم کردیا جائے گا ' مسلمانوں اور دین داروں کو بینک میں امانت رکھنے میں کوئی ہیجان نہ ہوگا تو بینک کے بچت کھاتوں میں بڑی بڑی رقمیں جمع ہوں گی۔

۲۔ جب سودی نظام کا ظالمانہ طریقہ زر اندوزی ختم ہوگا تو سرمایہ رکھنے والے لوگ دوسرے محفوظ اور جائز مدوں میں سرمایہ لگائیں گے۔ اس طرح درج ذیل تبدیلیاں از خود واقعہ ہوں گی:

(الف) مضاربت کو فروغ ہوگا۔

(ب) ساکھ والی کمپنیوں کے حصص خریدے جائیں گے۔

۳۔ ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ بینکوں کا جال پورے ملک میں پھیلایا جائے اور ہر گاؤں میں ایک ایسا بینک کھولا جائے جسے صرف ایک شخص چلاتا ہو ' اس طرح تمام لوگ اپنا سرمایہ الماریوں کی بجائے بینک میں رکھیں گے۔

۴۔ ایک تجویز یہ بھی ہوسکتی ہے کہ بڑی کمپنیوں کے حصص کی فروخت کا انتظام کیا جائے مثلاً ----- ڈویژن کے ہیڈ کوارٹر کے تمام بینکوں میں ملک کی بڑی بڑی کمپنیوں کے حصص کی فروخت کا نظام ہونا چاہیے۔

لیکن اس سوال کے بارے میں اسلامی سوچ یہ ہے کہ مسلمانوں کو مال جمع کرنے کی بجائے مال کے خرچ فی سبیل اللہ کی ترغیب دی گئی ہے ور جدید معاشی اصولوں کے مطابق بھی دولت کی تقسیم اور اسے جائز مدات میں خرچ کرنے ہی سے سرمایہ کی گردش کا عمل پیدا ہوسکتا ہے "کیلا یکون دولته بین الاغنیاء منکم" کے ۵۹:۷ (تاکہ وہ تمہارے مالداروں کے درمیان گردش نہ کرتا رہے) اسلامی معیشت کی اساسی پالیسی بچت نہیں ہے ' خرچ اور دولت کی تقسیم ہے۔ اس کے لئے نظام زکوٰۃ عشر' نفلی صدقات خود اپنے اوپر خرچ کرنا ' اولاد پر خرچ کرنے کی ترغیب اور نذرانہ کفارات تمام ایسے اقدامات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی پالیسی بچت کی نہیں ہے ' بلکہ صرف کی ہے۔ صرف ایک قدغن ہے اور وہ یہ کہ اسراف نہ کیا جائے "کلوا واشربوا ولاتسرفوا"۔

بعض وہ لوگ جو یہودیوں کی ذہنیت رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ پسماندہ ممالک میں بچت ضروری ہے ۔ سوال یہ ہے کہ چلو تمام پاکستانی قوت لایموت کے علاوہ سب کچھ بچت کریں اور اس سے ایک کارخانہ لگا دیا جائے ' مثلاً جوتوں اور کپڑے کا کارخانہ 'مگر لوگوں نے اپنی ضرورت کو زیرو یونٹ تک لا کر بچت شروع کردی ہے ' اس کارخانے کی پروڈکشن کس طرح نکلے۔

دوسری جانب صورت حالات یہ ہو کہ لوگ ایک جوڑے کے بدلے دو جوڑے کپڑے خریدیں اور ایک جوڑا کے بدلے دو جوڑے جوتے خریدنے کا فیصلہ کریں تو یہی دو کارخانے چلنا شروع ہوں اور لوگوں کی خرچ کی ہوئی تمام رقم کارخانوں میں جمع ہوجائے۔

اب یہودیانہ بچت سے کارخانہ تو لگ گیا مگر مال کی نکاسی رک گئی اور اسلامی نظریہ انفاق سے ہر شخص کی جیب کی بچت کارخانے میں پہنچ گئی۔ سوال یہ ہے کہ انفاق کا نظریہ بہتر رہا یا بچت کا ؟---- یہ بات درست ہے کہ کسی کارخانے کے آغاز سے تو بچت کی قدرے ضرورت ہے لیکن اسے چالو رکھنے کے لئے انفاق کی ضرورت ہے۔

(ب) انک ان تدع وارثک غنیا خیر من ان تدعه فقیرا تتکفف الناس (مسند احمد' ج ۵ ' ص ۱۹۸)

(ج) اما الذین اقتصدوا فاولئک یحاسبون حسابا یسیرا (مسند احمد) ج ۵ ص ۱۹۸)

(د) ان الهدی الصالح والسمت الصالح والاقتصاد جزء من خمسة و عشرین جزء من النبوة (مسند احمد ج ا' ص ۲۹۶)

(ذ) طوبی لمن هدی الی الاسلام و کان عیشه کفافا (مسند احمد' ج ۵ ص ۲۲۵)

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی

لوگ اپنی بچتوں میں اضافہ کے لئے ہی نہیں کئی دوسری وجوہات کی بنا پر بھی روپیہ جمع کرتے ہیں۔ اپنے بچوں کے لئے اپنی عمر کے آخری عرصہ کے لئے اور حادثہ ' بیماری وغیرہ جیسے اتفاقی اخراجات کے لئے کچھ نہ کچھ جمع کرنا پڑتا ہے۔ بعض لوگ دولت مند کہلانے یا حصول اقتدار کا ذریعہ ہونے کے سبب بھی پیسہ جمع کرتے ہیں۔ بچت کے یہ تمام اسباب غیر سودی معیشت کے تحت بھی موجود ہوں گے۔ جہاں تک جمع کی ہوئی رقوم میں اضافہ کا تعلق ہے اس کے مواقع غیر سودی معیشت میں بھی دستیاب ہوں گے۔ اسلامی مالی اداروں ------------- شراکت' نفع میں حصہ داری ' کرایہ داری' سالم مضاربہ وغیرہ کی بنیاد پر سرمایہ کاری ہوسکے گی تاہم کوئی خطرہ مول لئے بغیر پہلے سے معین کردہ منافع کمانا ممکن نہیں ہوگا اور یہ کوئی ایسی بات نہیں جو از خود بچت کے کام میں کسی بڑی رکاوٹ کا باعث ثابت ہو۔

آج کل بھی لوگ آخر روپیہ جمع کرتے ہی ہیں حالانکہ بعض اوقات افراط زر کی شرح منافع کی شرح سے زیادہ ہوتی ہے۔ بلکہ اس کے باوجود بھی کہ بنک ہی ڈوب جاتے ہیں۔ سرمایہ کے استعمال میں کفایت شعاری کے رجحان میں بھی کمی واقع نہیں ہوگی کیونکہ بہتر منافع حاصل کرنے لئے سرمایہ کاری کے لئے کفایت سے کام لینا ضروری ہوگا۔ عام فہم زبان میں غیر سودی معیشت میں سرمایہ کی لاگت (cost) متوقع اوسط منافع کے برابر تصور ہوگی۔

یہاں تک کہ روپیہ فراہم کنندہ کے اعتماد اور کاروبار جاری رکھنے کی خاطر نفع میں شرکت کی بنیاد پر حاصل کردہ سرمایہ کی لاگت کے لئے بھی متوقع اوسط منافع کو مدنظر رکھنا پڑے گا۔ اگر متوقع اوسط منافع معاہدہ میں تحریر نہیں کیا جاتا تو اس سے کاروباری حقیقت متاثر نہیں ہوگی۔ تاہم اس سے کام کرنے والے کو وہ تحفظ میسر آجاتا ہے جو تمام تر کوشش کے باوجود اتنا منافع حاصل نہ ہونے کی صورت میں اسے درکار ہے۔ اور یہ تحفظ فراہم کئے بغیر انصاف کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔

جناب حسن الزمان

بچت اس دور میں بھی کی جاتی تھی جب بنک نہیں تھے اور وہ لوگ اب بھی کر رہے ہیں جو نہ سود لیتے ہیں اور نہ کسی قسم کا معاوضہ' اور ہزار ہا سالوں سے ایسا ہوتا رہا ہے سود ختم کرنے سے چھوٹی بچتوں پر بہت معمولی فرق پڑے گا اجتماعی

بچت کھاتے اونچے مواقع کی نسبت محفوظ سرمایہ کاری کو ترجیح دیں گے۔

ڈاکٹر رمضان اختر

یہ بات پوری طرح تسلیم کی جاتی ہے کہ سود بچت کے لئے بنیادی یا اہم عنصر نہیں۔ بحیثیت مجموعی بچتوں کا انحصار آمدنی کی سطح پر ہوتا ہے۔ بچت کے لئے چند ایک بنیادی محرکات یہ ہیں:

ا۔ آئندہ ناگہانی صورت حال کا سامنا
ب۔ بڑھاپا کے لئے
ج۔ ترکہ

لہٰذا سود کے خاتمہ سے بچتوں پر قابل ذکر اثر نہیں پڑے گا۔ مسلم معاش دانوں نے کئی ایک بچت کے آلات تجویز کئے ہیں جو سود سے پاک معیشت میں دستیاب ہوں گے مثال کے طور پر سرکاری کاروبار میں سود کے خاتمہ پر ورکشاپ کی رپورٹ (111E PAKISTAN PP 11.13) یہ آلات سیالیت (Liquidity) خطرات اور آمدن کے لحاظ سے متفرق بچت کھاتوں کی ضروریات پورا کرتے ہیں۔ موجودہ منافع پر مبنی آلات مشترک سٹاک کمپنی کے حصص 'این آئی ٹی یونٹ' آئی سی پی میوچل فنڈ سرمایہ کاری کے جمع کھاتوں اور معیادی شراکت کے سرٹیفکیٹ کے علاوہ شریعت کے مطابق نئے آلات لائے جا سکتے ہیں جن میں سرکاری یا نجی طور پر جاری کردہ مضاربہ بانڈ اہم کردار ادا کرسکتے ہیں اسی طرح اسٹیٹ بنک کی طرف سے غیر معین منافع ہنڈی جاری کی جاسکتی ہے اسی طرح نجی طور پر روپیہ لگانے والوں کو ایک کم خطر ذریعہ حاصل ہوگا نیز حکومتی بانڈز اور بنکوں اور دوسرے مالی اداروں کے لئے فالتو سرمایہ لگانے کا متبادل مہیا ہو جائے گا۔

خریداروں کو ٹیکس میں رعایت دے کر حکومت بلا سود بانڈ جاری کر سکتی ہے جہاں تک کٹوتی میں سود کے ملوث ہونے کا تعلق ہے۔ مغربی ممالک میں بھی اس لئے کے محض سود کو ناکافی سمجھا جاتا ہے۔ عموماً سود سے امکانی نقصان کی قسط پوری کی جاتی ہے۔

اسلامی معیشت میں حقیقی سرمایہ پر آمدنی کی شرح کٹوتی کے عنصر کا کام دے سکتی ہے۔ مثلاً این آئی ٹی یونٹ کے منافع سے اسے اندازہ کی شکل دی جاسکتی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر خروفا (Kharofa)

اسلام کی رو سے زندگی میں دوڑ دھوپ کرنا ناپسندیدہ نہیں جہاں تک مجھے یاد ہے "السنانی" (Al Sanany) نے اپنی کتاب "سبل السلام" (Subul al Salam) میں کہیں ذکر کیا ہے کہ مسلم فقہاء کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ بہتر کیا ہے یا زیادہ برکت کس شے میں ہے تجارت یا زراعت؟ بعض تجارت کو اور بعض زراعت کو افضل قرار دیتے ہیں مسلمانوں کے لئے جائز طور پر روپیہ کمانے کے سینکڑوں راستے کھلے ہیں۔ کہاجاتا ہے اعتبار اٹھ گیا ہے اور لوگوں میں اعتماد کی فضا نہیں رہی۔ لہٰذا کون کسی پر بھروسہ کرے۔

اس کا سیدھا جواب یہ ہے کہ اس کے باوجود مسلمانوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ پوری زندگی پر اسلام نافذ کریں اور جائز طریقہ سے زندگی بسر کریں۔ "رزق حلال" مسلمانوں کو ترغیب دلانے کے لئے کافی ہے۔ بلا شبہ بچت کا عمل آمدنی پر منحصر ہے۔ لوگ بچت کریں گے خواہ اس میں کمی ہی کیوں نہ واقع ہو۔ یہ بھی غلط فہمی ہے کہ سود سے کفایت شعاری میں مدد حاصل ہوتی ہے۔ سود نے درحقیقت وسائل کی غلط تقسیم پیدا کی ہے۔ پاکستان میں اونچی شرح سود پر حکومت نے اندرون ملک چار بلین قرض لے رکھے ہیں اور یوں ---------------- حکومت نے دراصل وسائل پر ناجائز قبضہ جما لیا ہے ورنہ یہی وسائل نجی شعبہ میں پیداواری مقصد کے لئے میں لائے جاتے ہیں۔

جناب ارشد جاوید

سرمایہ دارانہ معاش دان بھی آج یہ کہہ رہے ہیں بچت اور اس کے باکفایت استعمال کا سود واحد ذریعہ نہیں ہے یہ ایک تسلیم شدہ نظریہ ہے کہ سود کے مقابلہ میں دوسرے محرکات بچت کے لئے زیادہ پرکشش اور طاقت ور ہیں۔ خود کینز (Keynes) اس غیر یقینی محرک کے مقابلہ میں "سیالیت" یا کاروباری اور احتیاطی تدابیر کی وکالت کرتا ہے۔ محافظت اور یقینیت کے علاوہ لوگوں کی خواہش ہوتی ہے کہ فالتو روپیہ پر انہیں بہتر منافع حاصل ہو لیکن بدقسمتی سے سود کے علاوہ ان کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں۔ حکومت کی ذمہ داری پر نفع و نقصان کی شراکت پر مبنی سکیمیں بہتر متبادل ثابت ہوسکتی ہیں۔

جناب ضیاء الحق

سرمایہ دارانہ معیشت کے تمام شعبوں سے سرمایہ دارانہ ہتھکنڈے ختم کئے بغیر سود کا خاتمہ ممکن نہیں۔ اگر سرمایہ کی قیمت "سود" کو ختم کر دیا جائے تو سرمایہ کو قومیانے کے سوا کوئی حربہ بچتوں اور وسائل کے موثر استعمال کے لئے باقی نہیں رہتا۔ لہٰذا بچتوں کے ذریعہ سرمایہ کی فراہمی اسلامی ریاست کو کرنا ہوگی۔

حتمی تلخیص اور سفارشات

۱۔ اسلامی نظام کے قیام میں سود کا خاتمہ بنیادی اہمیت کا حامل ہے پاکستان چونکہ ایک نظریاتی مملکت ہے جیساکہ اس کے دستور میں شامل ہے سود کا خاتمہ شروع دن سے ریاستی حکمت عملی کا جزو لاینفک رہا ہے۔ اس کی باوصف ملکی معیشت کو سود سے پاک کرنے کی جانب بہ مشکل کوئی قابل ذکر پیش رفت ہوئی ہے تاہم ماضی قریب میں صدر پاکستان نے نہ صرف یہ کہ اسلامی نظریاتی کونسل کو سود سے پاک معیشت کا خاکہ تیار کرنے کا کام سونپا بلکہ معیشت سے سود کے خاتمہ کے لئے تین سال کی مہلت بھی مقرر کر دی۔ مزید براں صدارتی اعلانیہ کو دستوری شق کا درجہ دیا گیا۔ کونسل نے دوبارہ تشکیل پاتے ہی معاش دانوں اور بنکاروں کا ایک پینل مقرر کیا جس کے ذمہ سود کے خاتمہ کے فنی پہلوؤں کا جائزہ لینا اور ملکی بنکوں کو شریعت کی تحت پھر سے منظم کرنے کے طور طریقے تلاش کرنے کا کام تھا۔ کونسل کی حالیہ رپورٹ کا بیشتر حصہ اس کام پر مبنی ہے جو پینل نے سرانجام دیا تاہم کونسل نے شریعت سے مکمل مطابقت کی خاطر جہاں ضروری تھا اس میں ترامیم کردیں۔

۲۔ بنیادی کام سرانجام پا جانے کے بعد اگلا قدم یہ ہونا چاہیے کہ حکومت مختلف ورکنگ گروپ قائم کرے جو نئے نظام کی تفصیلات طے کریں۔ یہاں یہ تاکید کرنا ضروری ہے کہ اس تمام کارروائی میں انتہائی احتیاط سے کام لینا ہوگا تاکہ نئے نظام کی بنیادی شرائط کی خلوص نیت سے پابندی ہو۔

۳۔ سود کا خاتمہ اسلامی اقدار کے اجتماعی نظام

کا محض ایک جزو ہے اور اس ایک اقدام کے نتیجہ میں پورا معاشی ڈھانچہ اسلام کی مطابق نہیں ڈھل جائے گا کونسل نے پیشترازیں حدود اور زکوۃ کے قوانین پر اپنی سفارشات پیش کرتے وقت اخلاق کی تعمیر اور غلط اقدار زندگی کی حوصلہ شکنی جیسے اقدامات پر زور دیا تھا۔ بہرحال اب جبکہ ملک بلا سود بنکاری کے لئے تیار ہے یہ ضرورت فوری اہمیت اختیار کر گئی ہے۔ اس مقصد کے لئے ابلاغ عامہ کو فی الفور حرکت میں لانے کی ضرورت ہے تاکہ ایک بھرپور مہم شروع کرکے لوگوں کو نئے نظام کی تفصیلات سے آگاہ کیا جاسکے اور انہیں اس چیلنج کو خوش دلی، پوری آمادگی اور لگن کے ساتھ قبول کرنے کی ترغیب دلائے۔

۴ - بنکاری کے نئے نظام کی کامیابی کے لئے حکومت کو ٹیکسوں کے نظام کی دوبارہ مکمل تشخیص کرنا ہوگی۔ خاص طور پر آمدن ٹیکس کا طریقہ کار آسان بنانا اشد ضروری ہے۔

۵ - اسلامی نظام معیشت کے تحت سود کے متبادل کے طور پر مثالی نظام نفع و نقصان کی شراکت یا قرضہ حسنہ یعنی اصل زر پر بلا اضافہ قرض دینا ہے گو سفارشات زیادہ تر نفع نقصان شراکت پر مبنی ہیں۔ تاہم معاشرہ کی موجودہ اخلاقی حالت کی وجہ نفع و نقصان شراکت میں مشکلات کے پیش نظر بعض سفارشات دوسرے طریقوں کے حق میں ہیں۔ یہ متبادل طریقے بہرحال اسلامی نظام معیشت کی رو سے ثانوی درجہ رکھتے ہیں کیونکہ کاغذ کی حد تک تو یہ طریقے سود سے پاک ہیں لیکن خدشہ یہ ہے کہ بالآخر ان سفارشات کے غلط استعمال سے تمام برائیوں سمیت سود کے لئے چور دروازہ کھل جائے گا۔ لہٰذا انہیں بحالت مجبوری کم ترین حد کے اندر اپنایا جانا چاہیے اور کھلے عام اس طرح کی سرمایہ کاری کی اجازت نہیں دینا چاہیے اس ضمن میں حکمت عملی یہ طے ہونی چاہیے کہ نفع نقصان شراکت اور قرضہ حسنہ کا دائرہ رفتہ رفتہ بڑھتا جائے اور دوسرے طریقے کم ہوتے جائیں۔ دوسری جانب دیانت اور تعلیم کے فروغ کے لئے کوششیں تیز تر کر دی جائیں کیونکہ نئے نظام کی کامیابی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ناخواندگی اور بددیانتی کی ہے۔

۶ اسلامی طریقہ پر بنکوں کی دوبارہ تشکیل کے لئے بنکوں کے موجودہ طریقہ کار کے قوانین تبدیل کرکے شریعت کے مطابق بنانا ہوں گے۔ قوانین میں ترمیم اور تجدید کا یہ کام سود کی خاتمہ کی کارروائی کے ساتھ ساتھ کیا جاسکتا ہے۔

بقیہ افتتاحیہ

لیجئے ہم بھی قوم کو کرکٹ کی مختصر سی دنیا (کہ یہ معدودے چند مخصوص ممالک میں کھیلی جاتی ہے) کو فتح کر لینے پر مبارکباد پیش کئے دیتے ہیں لیکن ہمارے کان کچھ اور خوش خبریاں سننے کے منتظر رہیں گے، یہ کہ ہم نے اپنی خودی پہچان لی ہے' یہ کہ دنیا کی امامت کا وہ منصب حاصل کر لیا گیا ہے جس تک پہنچنے کے لئے ہم نے اپنے اللہ سے یہ آزاد وطن پاکستان مانگا تھا' یہ کہ ہم نے اپنی دیوار کے زیر سایہ ہی نہیں پوری دنیا میں اللہ کے بندوں کو زبردستوں کے جبرو استبداد سے رہائی دلا دی ہے' یہ کہ ..... ○○

جملہ رفقاء و احباب تنظیم اسلامی اور معاونین تحریک خلافت کی یاددہانی کے لئے اطلاع ہے کہ ان شاء اللہ العزیز اس سال

تنظیم اسلامی پاکستان کا

سالانہ اجتماع

جمعۃ المبارک ۱۷ر اپریل تا سوموار ۲۰ر اپریل ۹۲ء دوپہر قرآن اکیڈمی لاہور ۳۶۔ کے 'ماڈل ٹاؤن میں منعقد ہوگا

- ○ تنظیم کے رفقاء و احباب ۱۷ر اپریل صبح دس بجے سے قبل اجتماع گاہ میں پہنچ جائیں۔ واضح رہے کہ جامع القرآن ' قرآن اکیڈمی میں امیر تنظیم اسلامی کے خطاب قبل از نماز جمعہ (ساڑھے گیارہ بجے) سے سالانہ اجتماع کا آغاز ہو جائے گا۔
- ○ ۱۷ر اپریل صبح ۶ بجے تا ۱۲ر بجے دوپہر لاہور ریلوے اسٹیشن پر استقبالیہ کیمپ قائم رہے گا بعد میں آنے والے حضرات کو خود قرآن اکیڈمی پہنچنا ہوگا۔
- ○ شرکاء اجتماع موسم کے مطابق بستر کے علاوہ ذاتی استعمال کی ضروری اشیاء ساتھ لے کر آئیں۔
- ○ اس اجتماع میں رفقائے تنظیم اسلامی کی ہمہ وقت شرکت لازم ہے۔

انقلابی اسلام ہی پورا دین ہے مگر...

یہی اسلام تو غریب الغرباء ہے

ارشاد احمد حقانی صاحب کہنہ مشق اور بالغ نظر اخبار نویس اور روز نامہ "جنگ" کے مستقل کالم نویس ہیں جو ان کے خیالات کی وسیع پیمانے پر اشاعت کا ذریعہ بنتا ہے۔ وہ ماضی میں اسلام کے انقلابی فکر کی حامل دینی جماعت کے سرگرم و ذمہ دار رکن رہے ہیں جس کا اثر ان کے "حال" کی تبدیلی کے باوجود اس حد تک باقی ہے کہ وہ خود کو ریڈیکل یا انقلابی اسلام کی وکالت پر مجبور پاتے ہیں۔ ۲۰ر مارچ کے "جنگ" لاہور میں شائع ہونے والے ان کے ایک کالم کو من و عن نقل کر کے ہم اپنے قارئین کو بتانا چاہتے ہیں کہ وطن عزیز میں اسلام کی زبانی کلامی خدمت کرنے والوں کی کمی نہیں اور ایسے دانشور بھی موجود ہیں جن کے لئے اسلام کا انقلابی تصور تا حال اجنبی نہیں بنا مگر کمی ہے تو ان لوگوں کی جو دین کے کام میں تن من دھن لگانے پر آمادہ ہوں۔ ان معنوں میں اسلام یہاں اب "غریب الغرباء" ہے۔

حقانی صاحب کا یہ خیال کہ "انقلابی اسلام میں قانون سازی یا دوسرے لفظوں میں اجتہاد کا حق جمہور کے منتخب نمائندوں کو حاصل ہے" نیا نہیں بلکہ اسی راگنی کا حصہ ہے جو تجدد پسند مسلمان دانشور کورس میں الاپ رہے ہیں اور جس کی تان "پارلیمنٹ کی حاکمیت" پر ٹوٹتی ہے۔ اس معاملے میں ہمارا نقطہ نظر بہت واضح ہے' یہ کہ دستور میں قرآن و سنت کی غیر مشروط اور قطعی بالادستی طے کر دینے کے بعد قانون سازی کا اختیار جمہور کے منتخب نمائندوں ہی کو دیا جائے گا لیکن جیسا کہ روح عصر کا تقاضا ہے' عدلیہ دستور کی محافظت کا فریضہ انجام دیتے ہوئے اس امر پر بھی نظر رکھے گی کہ جمہور کے نمائندے اپنے اختیارات سے تجاوز کر کے کہیں کوئی ایسی قانون سازی تو نہیں کر گئے جو قرآن و سنت کی منشاء سے متصادم ہو۔

اسی طرح ان کا یہ دعویٰ بھی کہ "اسلام نے معاشرتی اور سماجی لحاظ سے عورت کو مرد کے مساوی مقام دیا ہے۔ ان کے دائرہ کار اور فرائض میں قدرے فرق ہے لیکن عورت وہی سیاسی و سماجی حقوق رکھتی ہے جو مرد رکھتا ہے" مبالغے کی طرف مائل اور "مساوات مرد و زن" کے علاوہ "آزادی نسواں" کے علمبرداروں کو راضی رکھنے کی ایک کوشش ہے۔ اس معاملے میں وہ مغرب سے کچھ زیادہ ہی مرعوب ہیں ورنہ معاشرے کی اس اکائی پر جو ایک مرد اور ایک عورت کے باہمی تعلق سے وجود میں آتی ہے' انقلابی اسلام کی تعلیمات بہت واضح ہیں بلکہ گھر کے ادارے کی ساخت کا تو ایسا مکمل نقشہ خود قرآن میں موجود ہے جیسا انسانی زندگی کے کسی اور پہلو کا نہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ ازروئے اسلام اس ادارے کا سربراہ مرد ہے اور کسی بھی ادارے کے مساوی مقام رکھنے والے دو سربراہ تو ترقی یافتہ مغرب میں بھی نہیں پائے جاتے

—— مدیر

اسلام اللہ کا نازل کردہ اور پسند کردہ دین ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

ا لیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الا سلام دینا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے بانی نہیں تھے۔ اسلام تو وہ طریقہ زندگی ہے جو حضرت آدمؑ اور حضرت ابراہیمؑ سے لے کر ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء نے وحی الٰہی کی روشنی میں اپنی اپنی قوم اور پوری انسانیت کو سکھایا۔ اس لحاظ سے لفظ اسلام کے ساتھ کسی دوسرے اسم صفت کا اضافہ بظاہر غیر ضروری اور بے جواز سی بات لگتی ہے لیکن مفہوم اور بات کو واضح کرنے کے لئے بعض اوقات اضافی اصطلاحات کا سابقہ یا لاحقہ ضروری ہو جاتا ہے۔ ہمارے ہاں چونکہ مختلف حلقے اور طبقے دین اسلام کی سیاسی' اخلاقی' معاشی' معاشرتی اور مذہبی تعلیمات کی مختلف توجیحات اور تفسیرات پیش کرتے ہیں جن میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے اس لئے بعض اوقات تقابل سے بات زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ میں چند روز پہلے عرض کر چکا ہوں اور ہمارے ہاں روایتی اسلام اور اصلاحی اسلام کی اصطلاحات عام استعمال ہوتی ہیں۔ مغرب نے اب بنیاد پرست اور جنگ جو (ملی ٹینٹ) اسلام کی اصطلاحات بھی گھڑ رکھی ہیں اور جب کسی مسلمان فرد یا گروہ یا جماعت کی مذمت کرنی ہو یعنی اسے تنگ نظر' متعصب' کٹر اور قدامت پرست کہنا ہو تو اسے بنیاد پرست کہہ دیا جاتا ہے۔ اپنے فہم اسلام کو مذکورہ تعبیرات سے ممتاز اور ممیز کرنے کے لئے میں انقلابی یا ریڈیکل اسلام کی اصطلاح استعمال کرتا ہوں اور خود کو اسی کا علمبردار سمجھتا اور کہتا ہوں۔ میرے نزدیک اسلام ایک انقلابی تحریک تھا اور ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کی تعلیمات تمام میدانوں میں انقلابی نوعیت کی تھیں۔ یہ ایک نجات دہندہ قوت کے طور پر ابھرا اور دنیا کے بڑے حصے پر پھیل اور چھا گیا۔ اس کے زیر اثر جو معاشرے وجود میں آئے وہ بھی انقلابی اسلام کی عملی تصویر تھے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ بعد میں ان پر دوسرے اثرات غالب آ گئے اور اسلام کی اصلی روح آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔ کہیں ملوکیت اور سلطانی اور کہیں خلافت کے نام پر خاندانی اور شخصی حکومتیں قائم ہو گئیں۔ ان غیر اسلامی نظام

ہائے حکومت کے دوران ایسی فقہ بھی وجود میں آگئی جس کے ایک قابل لحاظ حصے کو فقہ ملوکیت کہا جا سکتا ہے۔ اقبال کا تو یہ خیال ہے کہ اسلام اپنی انقلابی شکل میں کبھی برصغیر میں نہیں آیا اور یہاں اس کا جزوی طور پر مسخ شدہ اور استعماری "ورشن" ہی مروج اور متعارف ہوا۔

آیئے دیکھیں کہ مختلف میدانوں میں اسلام کی تعلیمات کیا تھیں اور وہ کس طرح انقلابی کہلانے کی مستحق ہیں۔ سیاسی دائرے میں ڈیڑھ ہزار سال پہلے اسلام نے ملوکیت یا آمریت کی بجائے شورائیت کی تعلیم دی۔ امرھم شوری بینھم اور وشاورھم فی الامر کی تلقین کی۔ اس سے حاکمیت الٰہیہ کے اندر رہتے ہوئے سلطانی جمہور کا تصور ابھرا۔ آج بھی کوئی ریاست اسلامی نہیں ہو سکتی اگر اس کے اندر ہیت حاکمہ جمہوریت کے مشورے سے نہ ابھرے۔ جہاں بھی اور جب بھی اس اصول سے انحراف ہو گا اور حکمران اوپر سے مسلط ہو جائے گا' وہ نظام حکومت اسلامی نہیں کہلا سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مارشل لاء کو اسلام کی سیاسی تعلیمات کی نفی قرار دیا گیا اور کوئی اس فیصلے کو چیلنج نہ کر سکا۔ قرآن نے "اولی الامر منکم" کہہ کر واضح حکم دے دیا کہ اولی الامر اوپر سے مسلط نہیں ہو سکتا۔ لہذا سیاسی دائرے میں اسلام کی انقلابی تعلیم یہ ہے کہ ہیت مقتدرہ مسلمانوں کے مشورے اور رضا مندی سے تشکیل پانی چاہئے۔ منتخب مقننہ بھی اسی لئے ضروری ہے کہ یہ ہیت مقتدرہ کا ایک اہم حصہ ہے۔ انقلابی اسلام میں قانون سازی یا دوسرے لفظوں میں اجتہاد کا حق جمہور کے منتخب نمائندوں کو حاصل ہے۔ ترکی میں جب خلافت کو جو اس وقت تک خاندانی اور شخصی حکومت یا ملوکیت میں تبدیل ہو چکی تھی' ختم کیا گیا اور ترک علماء نے یہ اجتہاد کیا کہ خلافت کے فرائض ایک منتخب ایوان بھی ادا کر سکتا ہے تو اقبال نے اس اجتہاد کا پورا ساتھ دیا اور اسے جدید دور میں اسلام کی تعلیم شورائیت کی ایک بہت عمدہ اور احسن شکل قرار دیا۔ لہذا جسے میں انقلابی یا ریڈیکل اسلام کہتا ہوں اس میں یہ لازم اور ناگزیر ہے کہ ہیت مقتدرہ عوام کی مرضی سے وجود میں آئے اور جب تک وہ چاہیں' برقرار رہے۔ دور جدید میں اگر صدر یا وزیراعظم یا مقننہ کے لئے ایک مدت مقرر کر دی جاتی ہے' تو یہ چیز ہرگز روح اسلام کے منافی نہیں بلکہ جوابدہی کے نظام کو پختہ کرنے کے لئے ایک اچھی تدبیر ہے۔ جو لوگ یہ کہتے اور سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کا خلیفہ ایک دفعہ منتخب ہونے کے بعد معزول نہیں کیا جا سکتا کیونکہ قرون اولی میں یہی طریقہ رائج تھا' انہیں روایتی اسلام کا علمبردار کہا جائے گا اس لئے کہ ہیت مقتدرہ (انتظامیہ اور مقننہ) کا موقت انتخاب روح اسلام اور روح عصر سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے۔

آج جو تمدنی تبدیلیاں آ چکی ہیں ان کے پیش نظر ہیئت حاکمہ کو بار بار منتخب کرنا اور عوام کے سامنے جوابدہ ہونے پر مجبور کرنا تعلیمات اسلام اور ان کی روح کے اقرب ہے۔ اسلام کو اس سے بحث نہیں ہے کہ آپ ہیئت حاکمہ کو تین چار پانچ یا اس سے زیادہ سالوں کے لئے منتخب کرتے ہیں۔ یہ چیز امت کے اجماع اور اجتہاد کے ذریعے طے کی جا سکتی ہیں۔ بنیادی سیاسی تعلیمات وہی ہیں جو اوپر درج کی گئیں۔ بالغ رائے دہی کا طریقہ بھی روح اسلام کے قریب تر ہے کیونکہ اس سے امت کے تمام ارکان کو ہیئت حاکمہ کے انتخاب میں شریک ہونے کا موقع ملتا ہے جو منشائے اسلام کے قریب ترین بات ہے۔ راقم نے اور جن دوسرے لوگوں نے مارشل لاء کی مخالفت کی' ان کی مخالفت کی بنیاد یہی تھی کہ یہ طرز حکومت اسلام کی تعلیم شورائیت کے منافی تھا۔ انقلابی یا ریڈیکل اسلام پر ایمان رکھنے والا کوئی شخص اس دور میں کسی غیر منتخب ہیئت مقتدرہ کی حمایت نہیں کر سکتا۔ میرے لئے مارشل لاء کی مخالفت ایک سیاسی مسئلہ نہیں تھا' یہ میرے ایمان اور فہم اسلام کا تقاضا تھا اور ایک مسلمان کی حیثیت سے میں اس سے گریز نہیں کر سکتا تھا۔

انقلابی اسلام کی معاشرتی اور سماجی تعلیمات بھی اس کی سیاسی تعلیمات سے ماخوذ اور ان پر مبنی ہیں۔ اسلام سماجی دائرے میں اخوت اور مساوات اور "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" کے اصولوں کو بنیادی اہمیت دیتا ہے۔ وہ سماجی اونچ نیچ کا قائل نہیں۔ اس کا مقصد معاشرے کے دبے اور پسے ہوئے لوگوں کو اوپر اٹھانا ہے۔ جو معاشرہ انقلابی اسلام کی تعلیمات پر مبنی اور ان پر عمل پیرا ہو گا اس میں سماجی اور معاشرتی طبقاتی امتیازات کی کوئی جگہ نہیں ہو گی۔ اسلام تو آیا ہی دبے اور پسے ہوئے لوگوں کو اوپر اٹھانے کے لئے تھا اور آج بھی جو معاشرہ اسلامی ہونے کا دعوی کرے' اس میں پسماندہ طبقوں کو اوپر اٹھانے کا اہتمام ناگزیر ہو گا۔ قرآن حکیم نے صفات و فرائض نبوی میں ایک صفت یہ بھی بیان کی ہے کہ: **ویضع عنھم اصرھم و الاغلال التی کانت علیھم (الاعراف)**

کہ ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) انسانوں کو ان بوجھوں اور طوقوں سے بھی نجات دلاتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے۔ ایک انقلابی اسلامی معاشرے میں ناگزیر ہے کہ پسماندہ اور پچھڑے ہوئے طبقوں کے سماجی اور معاشرتی مرتبے کو بلند کیا جائے۔ بقول اقبال نہ کوئی خواجہ بلند بام رہے نہ کوئی بندہ کوچہ گرد ہو۔ اگر کسی معاشرے میں سماجی ڈھانچے کے ان تضادات کو ختم نہیں کیا جاتا تو اسے اسلامی معاشرہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ نماز' روزے اور حج و زکواۃ کے رواج کی وجہ سے وہ روایتی اسلامی معاشرہ تو ہو سکتا ہے' انقلابی اسلامی معاشرہ نہیں ہو سکتا۔ بندہ و مولا کی تمیز اسلام کی انقلابی تعلیمات کی ضد ہے۔ اس کا حکم اور تلقین اور فلسفہ تو یہ ہے کہ

کلکم بنو ادم و ادم من تراب

ایک انقلابی اسلامی معاشرے میں معاشی ناہمواریوں کا کوئی جواز نہیں۔ کلی اور کامل مساوات تو ممکن نہیں لیکن ایسی اونچ نیچ بھی قابل برداشت نہیں جو اسلامی معاشرہ کو طبقوں میں بانٹ کر رکھ دے۔ بنیادی ضروریات زندگی کی ہر فرد معاشرہ کو فراہمی حکومت اور معاشرے کا فرض ہے۔ وسائل رزق پر چند خاندانوں اور طبقوں کا غلبہ انقلابی اسلامی تعلیمات کے منافی ہے قرآن ایک طرف تو

یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو

کی تعلیم دیتا ہے۔ یعنی قرآن کہتا ہے کہ اے نبی یہ مسلمان آپ سے سوال کرتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں' ان سے کہہ دو کہ جو کچھ تمہاری ذاتی ضرورت سے زائد ہے' اسے اللہ کی راہ میں دے دو۔ دوسری طرف وہ انفاق فی سبیل اللہ پر اس قدر زور دیتا ہے کہ یہاں تک کہتا ہے کہ تم نیکی کے درجے تک پہنچ ہی نہیں سکتے جب تک اللہ کی راہ میں وہ کچھ خرچ نہ کرو جو تمہیں پیارا ہے۔ اس میں مال سرفہرست ہے۔ اسلام حکومت وقت کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ عدل اجتماعی کے تقاضے پورے کرنے کے لئے وہ افراد معاشرہ سے زکواۃ سے بھی زیادہ لینا ضروری سمجھے تو لے سکتی ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ:

وفی اموالھم حق معلوم للسائل و المحروم

اس کے علاوہ جگہ جگہ عدل و احسان کی تعلیم دی۔ ایک انقلابی اسلامی معاشرہ میں بنیادی ضروریات زندگی کی ہر فرد معاشرہ کو فراہمی حکومت وقت کے لئے لازمی ہو گی اور وہ اپنی اس ذمہ داری سے گریز کر کے اسلامی کہلانے کی مستحق نہیں رہ سکتی۔ اس کا فرض ہے کہ ایسی معاشی، اقتصادی اور مالیاتی حکمت عملیاں اختیار کرے کہ معاشی اونچ نیچ کم سے کم رہ جائے۔ اس کے لئے ملت کے نمائندوں کو اجتہاد کے ذریعے مناسب قانون سازی کرنے کا نہ صرف حق ہے بلکہ یہ ان کا فرض ہے۔ اقبال بلاوجہ نہیں کہتا:

نکتہ شرع مبیں این است و بس
ناکس نہ باشد در جہاں محتاج کس

انقلابی اسلام غربت اور امارت کی دونوں انتہاؤں کا مخالف ہے اور اپنی حکمت عملیوں کے ذریعے معاشرے سے گناہ اور جرم کا خاتمہ کرتا ہے۔ اگر کسی معاشرے میں آپ کو غربت اور امارت کی انتہائیں ملیں جیسا کہ ہمارے ہاں اور اکثر مسلمان معاشروں میں ہے، تو انہیں اسلامی معاشرہ نہیں کہا جا سکتا۔ بیروزگاروں کو مناسب اور باعزت الاؤنس دینا بھی اسلامی ریاست کا فرض منصبی ہے اور اسے اس کے لئے وسائل کا انتظام کرنا چاہئے۔

اسلام نے معاشرتی اور سماجی لحاظ سے عورت کو مرد کے مساوی مقام دیا ہے۔ ان کے دائرہ کار اور فرائض میں قدرے فرق ہے لیکن عورت وہی سیاسی و سماجی حقوق رکھتی ہے جو مرد رکھتا ہے۔ اسلام عورت کو چہرہ اور ہاتھ کھلے رکھنے کی اجازت دیتا ہے۔ انہیں کام کرنے اور روزی کمانے سے نہیں روکتا۔ اگرچہ معاش کا انتظام بنیادی طور پر مرد کی ذمہ داری ہے لیکن عورت پر کوئی ایسی قدغن نہیں کہ وہ کام نہیں کر سکتی۔ وہ صاحب جائیداد ہو سکتی ہے اور وراثت میں اس کا حصہ مقرر ہے۔ تمام معاملات بشمول مالی معاملات میں بھی وہ گواہی دینے کی اہل ہے۔ البتہ اسے یہ سہولت دی گئی ہے کہ مالی امور کی گواہی میں اپنی مدد کے لئے ایک دوسری عورت کو بھی ساتھ لے تاکہ معاملہ بھول جانے کی صورت میں وہ اسے یاد دلا سکے۔

دور حاضر میں اسلام کا اپنا ایک ورلڈ ویو (عالمی نظریہ) بھی ضروری ہے۔ اس میں استعماریت کی ہر شکل کی مخالفت کو اولین اہمیت حاصل ہے۔ ایک انقلابی مسلمان فرد اور معاشرہ استحصال کی تمام عالمی شکلوں کا مخالف ہو گا۔ وہ طاقت اور دھونس کے ذریعے قوموں کو زیردست رکھنے کی ہر حال میں مخالفت کرے گا۔ ہمارے دور میں سرخ اور سفید سامراج دو بڑے فتنے تھے۔ سرخ سامراج کا تو خاتمہ دست قدرت نے کر دیا ہے اور شاید اس سے ان اقوام کی بہتری کی کوئی شکل نکلے جو اس کے پنجہ استبداد میں گرفتار تھیں۔ سفید سامراج اس وقت دنیا پر مسلط سب سے بڑا فتنہ اور عذاب ہے۔ اس کی مزاحمت کرنا اور اس کا مقابلہ کرنا ایک انقلابی مسلمان فرد اور حکومت کے لئے ناگزیر ہے اس لئے کہ اسلام فرعونیت کا بدترین مخالف ہے۔ دنیا بھر میں مجبور اور مقہور انسانوں اور مستضعفین کی حمایت و تائید بھی اسلامی حکومت پر فرض ہے۔

ایک انقلابی مسلمان دین کی تقویٰ و تزکیہ نفس کی تعلیمات پر دل و جان سے عمل پیرا ہو گا لیکن دین کے بعض روایتی مظاہر کی پابندی ضروری نہیں سمجھے گا۔ مولانا مودودی نے اپنے ایک مضمون "تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں" میں اس مسئلے پر بڑی عمدہ گفتگو کی ہے۔ شروع شروع میں جب جماعت قائم ہوئی اور وہ اس کے امیر منتخب ہوئے تو بعض ارکان جماعت نے ان کی داڑھی کے اختصار پر اعتراض کیا۔ مولانا مودودی نے کہا میں ان لوگوں کے آگے جھک کر اس ذہنیت کو تقویت نہیں پہنچانا چاہتا کہ مذہب کے بعض ظواہر کو غیر معمولی اہمیت دی جائے۔ ایک انقلابی مسلمان دین اور تقویٰ اور عبادات کی روح پر زیادہ زور دے گا اور ظواہر کے معاملے میں شدت پسندی سے کام نہیں لے گا۔

انقلابی اسلام کا یہ ایک انتہائی مختصر خاکہ ہے۔ اس دور میں اس پر عمل کر کے ایک اسلامی معاشرہ وجود میں لایا جا سکتا ہے اور جدید تعلیم یافتہ نسل کو بھی اس کی طرف مائل کیا جا سکتا ہے۔ سیاسی، سماجی، معاشی اور اخلاقی دائرے میں جس قدر اس سے انحراف کیا جائے گا، اسلام کی اپیل کم ہوتی جائے گی اور یا تو روایتی اور قدامت پرست اسلام کو فروغ حاصل ہو گا یا پھر سیکولر طرز فکر کو۔ ان دونوں انتہاؤں سے بچنا ہے، تو انقلابی اسلام کی علمبرداری کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ اور اسلام اور مسلمانوں کے ہر بہی خواہ کو اسے ہی اپنا نصب العین اور اوڑھنا بچھونا بنانا چاہئے۔

مجھے یہ یقین ہے کہ معاصر دنیا بتدریج وحی کی رہنمائی کے قریب تر آتی جا رہی ہے۔ بعض شعبوں میں اس کی پیش رفت تیز رفتار اور حوصلہ افزا ہے بعض میدانوں میں وہ ابھی اس سے بہت دور ہے لیکن آہستہ آہستہ وہ ہدایت خداوندی کے قریب تر ہو جائے گی۔ دنیا میں اس وقت جمہوریت، تعاون باہمی، امن، انسانی آزادیوں اور سماجی و معاشی عدل کے جو نعرے لگ رہے ہیں اور ان کی جو ہوائیں چل رہی ہیں، وہ قدم بہ قدم ایک غیر محسوس رفتار سے انسانیت کو دین فطرت کی طرف لا رہی ہیں اور یہ عمل جاری رہے گا اگرچہ اس کی تکمیل ایک صدی یا اس سے بھی زیادہ کا عرصہ لے سکتی ہے۔ لیکن نظریاتی دائرے میں بحیثیت مجموعی انسانیت ارتقاء کی منزلیں طے کر رہی ہے۔ صداقت مطلق صرف وحی آسمانی اور تعلیمات انبیاء میں مضمر ہے اور انسان "ٹرائل اینڈ ایرر" یعنی غلطی کرو اور سیکھو کے طریقے سے صداقت مطلق کی طرف بڑھ رہا ہے۔ مسلمان معاشرے اگر انقلابی اسلام کی طرف راجع ہو جائیں تو انسانیت کے مذکورہ سفر کی رفتار تیز تر ہو سکتی ہے لیکن ابھی تو اکثر پہلوؤں سے خود مسلمان معاشرے ہدایت خداوندی سے دور، بہت دور ہیں۔ وہ دوسروں کی کیا رہنمائی کریں گے۔ مگر چونکہ یہ نظریات کا دور ہے اس لئے مسلمانوں کی حالت سے قطع نظر بھی انسانیت بتدریج صداقت مطلق کی منزل کی طرف بڑھ سکتی ہے۔

اعتذار

"ندائے خلافت" کا زیر نظر شمارہ دو پرچوں کا قائم مقام ہے اور اگلے ہفتے بقر عید کی چھٹیوں کی وجہ سے ناغہ ہو گا۔ ہمیں اس بے قاعدگی پر بڑی ندامت ہے تاہم امید رکھتے ہیں کہ قارئین ان دو امور کا پورا شعور رکھتے ہوں گے کہ اولاً رمضان المبارک میں اوقات کار کو مختصر کر دیا جاتا ہے اور توجہات بھی کسی اور طرف مرکوز ہوتی ہیں اور ثانیاً "ندائے خلافت" کوئی کمرشل پرچہ نہیں جس میں دفتری کارروائی خود کار انداز میں چلتی رہتی ہو ---- بایں ہمہ ہماری پوری کوشش ہو گی کہ ناغوں کو جلد سے جلد ختم کیا جائے۔

مستقل خریدار اطمینان رکھیں کہ ان کے زر تعاون کو ناغوں کے حساب سے وسعت دے کر نقصان سے ان شاء اللہ ضرور بچایا جائے گا۔ (مدیر)

ندائے خلافت باقاعدگی سے پڑھ رہا ہوں۔ جو شخص بھی دین کا تھوڑا بہت درد رکھتا ہے اس کے خیالات اور آپ کے خیالات میں یکسانیت ایک فطری امر ہے۔ آپ کی جو تحریر بھی پڑھتا ہوں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ میرے ہی خیالات ہیں جن کو آپ نے صفحہ قرطاس پر بکھیرا ہے۔

۹ر مارچ کے ندائے خلافت میں جناب عمر مختار کا مضمون "نظام خلافت میں حکومت کیسے وجود میں آئے گی؟" پڑھا جس میں فاضل مضمون نگار نے وہ کانٹے چننے کی کوشش کی ہے جو کہ مولانا وصی مظہرندوی نے اپنے جریدے "فروغ" میں بکھیرے تھے اور ان جیسے کئی علماء بکھیرتے رہیں گے۔ مولانا پر تو جو دکھ ہونا تھا سو ہوا لیکن دکھ آپ لوگوں پر بھی ہے جو علماء کے بارے میں غلط قسم کی خوش فہمیوں میں مبتلا ہیں۔ جتنا جلد ہو سکے آپ اس خوش فہمی سے نکل آئیں تو اچھا ہے۔ یہ لوگ کبھی بھی آپ کا ساتھ نہیں دیں گے بلکہ مخالفت ہی کریں گے اس لئے کہ دین پر تو ان کی اجارہ داری ہے اور آپ نے اس اجارہ داری میں مخل ہونے کا گناہ کیا ہے۔ یہ تو چاہتے ہیں کہ جو بات ہم کہیں عوام اس پر آنکھیں بند کر کے نہ صرف یقین کریں بلکہ ان کا بھرپور ساتھ دیں۔ یہ چاہیں تو امید واری کو حلال کر کے خود امید وار بن جائیں اور عوام ان کو ووٹ دیں اور چاہیں تو عورت کی حکمرانی کو جائز کر کے محترمہ فاطمہ جناح کو الیکشن میں کھڑا کردیں اور عوام سے ان کے لئے ووٹ خود مانگیں اور چاہیں تو اسے ناجائز کر کے بے نظیر کے خلاف تحریک چلا دیں اور پھر جائز کر کے خالدہ ضیاء کو اعتماد کے ووٹ سے نواز دیں اور عابدہ حسین کو سفیر بنا کر امریکہ بھجوا دیں۔ چاہیں تو مائیکل جیکسن کو پاکستان میں داخل ہونے سے روک دیں اور چاہیں تو دلیپ کمار کو پاکستان کے کونے کونے میں جا کر پروگرام کرنے کی اجازت دے دیں۔ چاہیں تو دین کے غلبہ کے لئے خون خرابہ کو ناجائز ٹھہرادیں اور جمہوریت کی بحالی کے لئے خون خرابہ کرنے والوں کو شہید کا خطاب دے دیں۔

کہاں تک لکھوں، پوری کتاب بن جائے گی لیکن میں تو خط لکھ رہا ہوں۔ میری صرف آپ لوگوں سے گزارش ہے کہ ان سے الجھے بغیر اپنا کام خاموشی سے کرتے جائیں، منزل ان شاء اللہ آپ کو ملے گی۔ کانٹوں سے الجھنے کا نتیجہ سوائے خود اپنے لباس کو تار تار کرنے کے کچھ اور نہ ہوگا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی میں ہی، خلافت کا نظام رائج کرے۔ آمین

طاہر۔ کراچی

آپ کا گرامی نامہ جس میں گذشتہ "کل پاکستان تحریک خلافت کنونشن" کی کارروائی کا ذکر کیا گیا تھا۔ موصول ہوا شکریہ!

الحمد للہ میں خود بھی کنونشن میں حاضر تھا۔ بہر حال آپ نے کنونشن کی کارروائی کے لئے اہم نکات کا ذکر فرما کر میری یاداشت کو ریفرش فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

آپ کے ارسال کردہ فارم میں اپنی ۳۷ سالہ عمر رفتہ کا ذکر کرتے وقت ذرا "شرم" سی محسوس کررہا تھا۔ اگرچہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں ہر قسم کی معذوری سے محفوظ ہوں۔ کیا کیا جائے، نوجوان ساتھی سفید ریش والے کو حیرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور حوصلہ شکنی کرتے ہیں میں "ندائے خلافت" کے ذریعہ معاونین تحریک خلافت سے گزارش کروں گا کہ میں تو ایک ٹمٹاتے چراغ کی حیثیت رکھتا ہوں، ہو سکتا ہے کہ نوجوان نسل اس کی کمزور روشنی سے ہمت پا کر تحریک کو آگے بڑھانے میں مددگار ثابت ہو۔ علاوہ ازیں معاونین کرام سے گزارش کرونگا کہ ہم سب کو گفتار اور کردار سے "خلافت" کا اور اخوت کا نمونہ پیش کرنا چاہیے میرے خیال میں یہی بات تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے بہترین ثابت ہوگی!

محمود اور ایاز کو ایک صف میں بیٹھا یا جائے تو یہ بھی خلافت کا ایک نمونہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میں دینی علم سے اتنا آراستہ ہوں جس قدر کی دنیائے فانی میں مسلمان بن کر رہنے کے لئے ضرورت ہے۔ ایک سچا مسلمان اپنے رب کی رضا کا متلاشی رہتا ہی ہے۔ کسی دینی درسگاہ میں شامل نہ ہوسکا، بہرکیف علم کے نایاب موتی چنتا رہا اور چن رہا ہوں۔ آپ کی خدمت میں متعلقہ فارم ارسال کررہا ہوں

محمد مصلح الدین

گجرات

"ندائے خلافت" کا ۲۳ر مارچ کا شمارہ ایک ہی نشست میں پڑھ ڈالا۔ اگرچہ کچھ تاخیر سے ملا تاہم تاخیر کو کسی خاطر میں نہ لایا کیونکہ ایک مضمون یا خط جو کہ بقول آپ کے ناقابل اشاعت تھا، اس کا بے چینی سے انتظار تھا۔ ندائے خلافت میں کافی عرصے کے بعد اس نوعیت کی کسی تحریر سے ملاقات ہوئی لیکن یہ ملاقات بھی مصلحت کی چلمن سے لگی بیٹھی تھی۔ بہرکیف موصوف نے جس نقطہ نظر سے اپنے خیالات کا اظہار کیا یا اپنے دل کی بھڑاس نکالی ان کو اس کا بھرپور حق پہنچتا ہے۔ اگرچہ ان کے بعض خیالات سے مجھے اختلاف ہے تاہم ان کا خط علمی اعتبار سے کافی دلچسپ تھا۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ بھی اس نوعیت کی فکری غذا سے بھرپور تحریریں پڑھنے کو ملیں گی۔ آپ سے درخواست ہے کہ آپ مولانا امام الدین محمد طہ سے رابطہ رکھیں اور اپنے قارئین کو ان کے خیالات سے مستفید فرماتے رہیں۔

عبدالمجید

آپ نے ندائے خلافت کے افتتاحیہ میں ایک دو مرتبہ لکھا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کی تقاریر کا آئندہ خلاصہ ہی دیا جائے گا، مفصل خطاب نہیں دیا جائے گا۔ میرے خیال میں یہ نا مناسب ہے کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ معاونین تحریک خلافت کی بہت بڑی اکثریت کا دینی تعلیم کے معاملے میں ہاتھ تنگ ہے۔ آپ نے جو ۱۰ر تا ۱۶ر مارچ کے ندائے خلافت کے افتتاحیہ میں کہا ہے کہ "........ ان سوالات کے جواب دینا، ان جوابات کو وسیع پیمانے پر نشرو اشاعت کے ذریعے مسلمانوں کے شعور میں رچا بسا دینا اور ان میں اس شعور کے عملی تقاضوں کو پورا کرنے کی زندہ و پائندہ خواہش پیدا کرنا تحریک خلافت پاکستان کے اہداف ہیں"

آپ بخوبی جانتے ہیں کہ اگر سوالات کے جوابات ٹھوک بجا کر نہ دئے جائیں تو تحریک پر رائے عامہ منفی سوچ اختیار کرلیتی ہے اور تحریک کے کارکنوں سے بدظن ہوجاتی ہے ۔ چنانچہ کارکنان تحریک خلافت لوگوں کے سوالات کے جوابات اسی وقت دے سکتے ہیں جب ان کا تحریک خلافت کے ہر پہلو سے مکمل شرح صدر ہو اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب آپ ڈاکٹر صاحب کے ہر خطاب کو مفصل انداز میں ندائے خلافت میں جگہ دیں ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے جو قریبی رفقاء ہیں جن کو ڈاکٹر صاحب کے خطاب براہ راست سننے کا موقع مل جاتا ہے ۔ وہ تو شرح صدر رکھتے ہوں اور دور دراز مقیم معاونین اس نعمت سے محروم ہوں ۔ جہاں تک ندائے خلافت کی تنگ دامنی کا تعلق ہے اس کے لئے بصد ادب عرض ہے کہ آپ ڈاکٹر صاحب کے ہر خطاب کو قسط وار شائع کردیا کریں اگر بیک وقت شائع کرنے میں مشکل ہو ۔

جاوید اختر
مقام وڈا کھانہ بھوتہ'
تحصیل کھاریاں ضلع گجرات

پاکستانی مسیحی ہونے کے باوجود مولانا ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے بحیثیت ایک منفرد علمی اسلامی شخصیت کے ناطہ عقیدت ہے ۔ خاص کر ان کے انقلاب اسلامی ' پروگرام اور تحریک خلافت کے حوالہ سے آپ کا مجلہ ندائے خلافت حرف بحرف مطالعہ کرتا ہوں ۔ اس مرتبہ شمارہ نمبر ۹ میں صفحہ ۶ سطر ۴ (حکومت کے خلاف خلاف کی بجائے خلافت) کا لفظ قارئین کی پریشانی کا سبب بنے گا ۔ پروف ذرا توجہ سے پڑھ لیا کریں۔

تجزیہ "اسلام آباد میں نئے ڈرامے کی تیاری" عبدالکریم عابد صاحب لائق تحسین ہیں ۔ بنگلہ دیش کے امام الدین محمد طہٰ صاحب کے نوشتہ کی روشنی میں تحریک خلافت اس معاشرے میں دشوار سی ہے ۔ اگر آپ ملت اسلامیہ پاکستان کو مغربیت اور مغربی تہذیب و افکار سے نجات دلاسکیں تو عظیم کارنامہ ہوگا۔ گستاخی معاف ' خلافت اسلامیہ تو جناب عثمان (رضی اللہ عنہ) تک نظر آتی ہے ۔ کیہان انٹرنیشنل کے اردو جریدے کے تین شمارے جدا ارسال خدمت ہیں ۔ جس کے شمارہ نمبر ا میں خلیفہ بنو عباس متوکل کی سچی کہانی شائع ہوئی ہے ' قابل عبرت ہے۔

مسلمان جب غلام تھے تو ان کی قیادت آزاد تھی اور آج جبکہ وہ آزاد ہیں تو ان کی قیادت غلام ہے ۔ آپ مرحوم جسٹس کارنیلس کا خطبہ الوداعیہ جو انہوں نے اپنی ریٹائرمنٹ کی الوداعی تقریب میں پڑھا تھا یاد فرمائیں انہوں نے کہا تھا کہ اگر پاکستان میں اردو زبان اور شرعی قوانین اختیار کرلئے جائیں تو قوم بام عروج کو پالے گی۔ لیکن افسوس کہ بلند بانگ دعووں کے باوجود ہر دو چیزیں تشنہ تکمیل ہیں۔ یہی وطن کے دو ٹکڑے ہونے کا سبب بنا اور اسی کے فقدان نے قوم کو متزلزل کیا ہوا ہے اور پوری قوم تضاد اور نفاق میں مبتلا ہے۔

ہم مسیحیوں کو مغربی آقاؤں اور مغرب پرستی سے نجات دلانے میں خدا کے فضل سے بہت کامیاب ہیں ۔ تمام تر ملکی ذرائع پر بھروسہ کرتے ہیں ' کوئی غیر ملکی امداد قبول نہیں کرتے بلکہ اپنی نوجوان نسل اور ننھے بچوں میں بھی وطن پرستی اور قومی نام رکھنے کا جذبہ پیدا کررہے ہے ۔

نظامِ خلافت

پھر آیا زبانوں پہ نامِ خلافت
خوشا وہ حسیں دور عامِ خلافت

الٰہی! پھر اک بار وہ دن بھی آئے
درخشاں ہو پھر ماہِ بامِ خلافت

عمرؓ اور فاروقؓ و عثمانؓ و حیدرؓ
اور ان کے حسیں صبح و شامِ خلافت!

عمر ابن عبدالعزیزؒ اللہ اللہ!
تھا کیا خوب وہ انتظامِ خلافت

مرے دل کی یہ آرزو ہے خدایا!
کہ ہوجائے پھر سے قیامِ خلافت

مقاصد میں پھر فائز و کامراں ہوں
سب ہی قائدینِ کرامِ خلافت

کتاب اور سنت کی ہو حکمرانی
انہی سے بنے پھر قوامِ خلافت

ہمیں دین کی برکتیں ہونگی حاصل
سنا دو یہ سب کو پیامِ خلافت

نظامِ حکومت ہیں سب خام بزمیؔ!
اگر ہے تو ہے بس نظامِ خلافت

(پروفیسر) خالد بزمی

خدا کرے تحریک خلافت کامیاب ہو اور وسط ایشیا کے مسلمان جو روسی غلامی سے آزاد ہوئے' اس طرف توجہ دے سکیں۔ کیونکہ خلافت عثمانیہ کے خاتمہ اور عربوں کی سازشیں نیز اتاترک کی اسلام دشمن حرکات سے وہ لوگ سخت دل برداشتہ ہیں جناب عثمان (رضی اللہ عنہ) کے بعد عمر ثانی (رحمت اللہ علیہ) عمر بن عبدالعزیز کے ہاں کچھ اسلامی روشنی نظر آتی ہے ورنہ سب ٹھیک ہے قیام وطن کے نعرے' وعدے اور آزاد ملک۔ پاکستان ہی پاکستان نظر آتا ہے

شیخ جی آیئے اور بے تکلف آیئے!
ہم نے کعبہ رکھ دیا ہے اپنے میخانہ کا نام

اگر ایسا ہی رہا تو خدا معاف فرمائے

نیشنل چرچ آف پاکستان ایک خالصتاً پاکستانی قومی ادارہ ہے۔ ہم تثلیث پر جناب یسوع' خدائے عظیم و برتر اور روح القدس کو دلیل جانتے ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ خدا وند تعالیٰ کا مقصد اور منشاء تمام انبیاء کی معبوثت اپنی مخلوق کی بہتری اور اچھائی تھا کہ وہ اس کا خلیفہ حقیقی نظر آئے۔ ہم مسیحی اپنے مسلمان بھائیوں کو حقیقتاً مسلمان دیکھنا چاہتے ہیں اور بیت المقدس کے قضیہ کا اصل حل یہود و مسلمانوں میں بہترین افہام و تفہیم اور خلوص و محبت اور انس کو سمجھتے ہیں۔ ہماری آرزو ہے کہ مسلمان زعماء غیروں کی کٹھ پتلی بننے کی بجائے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی سوچیں۔

ہمیں یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ آج کا مسلمان نوجوان علماء اور سیاست دانوں کی بد اعمالیوں کا شکار ہو کر مذہب سے بیزار ہے۔ اور عوام الناس کی کثرت اسلامی تعلیمات بلکہ قرآن سے نابلد ہے۔ قرآن کا ترجمہ آسان اردو میں نوجوان نسل کو بتائیں تاکہ وہ کسی قدر تو مقاصد قیام پاکستان پر پورا اتر سکیں۔ کیونکہ عربی زبان کے فقدان نے ساڑھے چار عشرے گذر جانے پر بھی اس ملک کے ذی شعور لوگوں تک کو علم قرآن سے فراموش رکھا۔ چہ جا کہ وہ یہ سمجھیں کہ وہ صلواۃ میں کیا پڑھ رہے ہیں' ان پر اس کا کیسے اثر ہوسکتا ہے۔ جب وہ یہ جانتے تک نہیں کہ وہ یا مولوی صاحب کیا پڑھ رہے ہیں۔ اس سے بہتر تو اتاترک کا پروگرام ہی تھا کہ آج کے ترک نوجوان قرآن سے دور نہیں۔

میرا ایک ناقص مشورہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کو خدا نے بڑا نام اور عروج عطا کیا ہوا ہے۔ وہ تحریک خلافت کے محرک کہلائیں' داعی کہلانا مناسب نہیں کہ خلافت کے اصل داعی تو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے جن کی اطاعت آپ سب پر فرض ہے۔ اجازت چاہتا ہوں کوئی لفظ سخت لکھا گیا ہو یا گستاخی محسوس ہو تو درگذر فرما کر معاف فرمادیں۔ بہت بہت شکریہ خدارا مسلمانوں کو حقیقی اور سچا مسلمان بنائیں اور منافقت نیز منافقانہ روش سے بچائیں۔

میں اعتراف کرتا ہوں کہ پولو ییت (Paulism) نے مسیحیت کے حسن اور روح کو بگاڑ دیا ہے لیکن خدمت کا جذبہ باقی ہے۔ "ندائے خلافت" کے موقر جریدے میں اس خط کے جواب کا منتظر رہوں گا۔ خدا حافظ

احقر ظفر انجم مسیحی
نیشنل چرچ آف پاکستان
۔ لاہور

تحریک خلافت کے حلقہ لاہور کا نظم... عبوری دور کے لئے

غازی محمد وقاص

۲۰ مارچ کی شام کو تحریک خلافت پاکستان حلقہ لاہور کے کنوینر مرزا ایوب بیگ صاحب نے مقامی معاونین کا ایک اجتماع بعد نماز عصر تحریک کے دفتر' ۳۶۔ اے مزنگ روڈ میں طلب کیا جہاں الحمد للہ کہ حاضری بھرپور اور توقع سے کہیں بڑھ کر رہی۔ اجلاس کی باضابطہ کارروائی طارق جاوید صاحب کی تلاوت قرآن پاک سے شروع ہوئی جس کے بعد ناظم تحریک خلافت پاکستان جناب عبدالرزاق نے یہ اعلان کر کے کہ حلقہ لاہور کے عبوری نظم میں طارق جاوید ہی کو حلقے کی خلافت کمیٹی کا سیکرٹری مقرر کیا گیا ہے' جلسے کو باضابطہ طارق جاوید صاحب کے سپرد کر دیا۔ اب وہ حلقے کی خلافت کمیٹی کی حیثیت میں اپنے فرائض انجام دے رہے تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے عبوری دور کے لئے حلقہ لاہور کو سات زونوں میں تقسیم کر کے ہر زون میں شامل علاقوں کی تفصیل اور زونل کنوینروں کے ناموں کا اعلان کیا جو حسب ذیل ہے۔

زون نمبر	زونل کنوینرز	علاقے
۱	اقبال حسین	مصطفیٰ آباد' مغلپورہ' گڑھی شاہو' فتح گڑھ وغیرہ
۲	طارق جاوید	شاد باغ' وسن پورہ' مصری شاہ' سلطان پورہ وغیرہ
۳	نوید احمد خان	اندرون شہر' شادمان' سول لائنز' مزنگ' راوی روڈ
۴	عمران چشتی	اسلام پورہ' سانده' شام نگر' چوبرجی۔ گلشن راوی ملتان روڈ وغیرہ
۵	محمد یونس	اچھرہ' رحمان پورہ' وحدت کالونی سمن آباد علامہ اقبال ٹاؤن' مسلم ٹاؤن وغیرہ
۶	فتح محمد قریشی	گلبرگ' کینٹ' آر۔ اے بازار' آفیسرز کالونی' والٹن' چونگی امرسدھو وغیرہ
۷	محمود عالم میاں	ماڈل ٹاؤن' گارڈن ٹاؤن' فیصل ٹاؤن' ٹاؤن شپ گرین' ٹاؤن وغیرہ

اس کے بعد ناظم تحریک خلافت نے ایک بار پھر مائیک سنبھال کر اعلان کیا کہ عبوری دور کے لئے حلقے کی خلافت کمیٹی راولپنڈی کنونشن میں اعلان کردہ لائحہ عمل کے مطابق پانچ اراکین پر مشتمل ہو گی جن میں سے دو تو کنوینر حلقہ لاہور مرزا ایوب بیگ اور سیکرٹری طارق جاوید صاحب بربنائے عہدہ آ گئے ہیں البتہ باقی تین کے لئے وہ معاونین اپنے آپ کو پیش کریں جو تحریک کی سرگرمیوں کے لئے وقت فارغ کر سکتے ہوں۔ انہوں نے یہ وضاحت بھی کی کہ اس معاملے کی امیدواری کے ساتھ مماثلت قائم نہ کی جائے کیونکہ یہاں عہدوں کی تقسیم نہیں بلکہ کام کا بوجھ تقسیم ہو رہا ہے۔ رشید احمد ایل' اقبال حسین' محمد ارشد' علاؤالدین' محمد انیس' پروفیسر خالد اور فضل کریم صاحبان نے رضاکارانہ اپنی خدمات پیش کیں جن سے علیحدہ علیحدہ تبادلہ خیال کر کے موزوں ترین تین حضرات کو خلافت کمیٹی میں شامل کر لیا جائے گا۔ تقریب میں اظہار خیال کا بھی موقع دیا گیا جس سے فائدہ اٹھا کر رشید احمد ایل' محمد سلیم ضیاء' محمد ارشد اور حبیب الرحمن صاحبان نے مفید تجاویز پیش کیں۔

آخر میں مرزا ایوب بیگ صاحب نے اپنے مختصر خطاب میں معاونین تحریک خلافت کو یاد دلایا کہ پاکستان میں اصلی اسلام نہ آیا تو یہ ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا جس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کا نفاذ دوسرے مسلمان ملکوں میں چاہے صرف عاقبت سنوارنے کے لئے ہو' پاکستانیوں کی دنیا بھی اسلام ہی کے ذریعے بن سکتی ہے کہ خدانخواستہ یہ ملک نہ رہا تو ہمیں سر چھپانے کی جگہ بھی کہیں نہ ملے گی ----- وقت کی تنگی کے باوجود مرزا صاحب نے بڑی جامع باتیں کیں۔ پھر اجتماعی افطاری ہوئی جو بقول مرزا صاحب حلقے کی مالی حیثیت کی رعائت سے بس "گزارے لائق" تھی۔ افطاری کے لفافے وصول کر کے کچھ معاونین تو قریبی مسجد میں تشریف لے گئے اور باقی ساتھیوں نے اجتماع گاہ میں ہی رحمت اللہ بٹر صاحب کی امامت میں نماز مغرب ادا کی۔ ○

تربیت و تزکیہ

ساتواں سبق

اللہ کی معرفت

کرہ ارض پر بسنے والے چھ ارب سے زائد انسانوں میں ننانوے فیصد سے زیادہ لوگ کسی نہ کسی صورت میں اللہ کو مانتے ہیں۔ لیکن اگر سوال یہ ہو کہ اللہ کو جاننے والے افراد کتنے ہوں گے تو شاید ایک فیصد کہنا بھی درست نہ ہو ---- اللہ کو محض ماننا کوئی کمال نہیں کیونکہ یہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ جیسے انسان کے زندہ رہنے کے لئے ہوا، پانی اور غذا ضروری ہے اسی طرح انسان مجبور ہے کہ اپنی عقیدت و محبت اور بندگی کے اظہار کے لئے کسی کو اپنا معبود مانے۔

اگرچہ انسان کے انتہائی محدود ذہن کے لئے اللہ کی ذات کا ادراک بالکل ناممکن ہے لیکن اسماء و صفات کے حوالے سے اس کو جاننا ممکن بھی ہے اور ضروری بھی۔ اس لئے کہ اللہ کو ماننا وہی معتبر ہو گا جو ان اسماء و صفات کے حوالے سے ہو جن کے ذریعے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کلام مجید میں اپنا تعارف کروایا ہے۔

داعی تحریک خلافت و امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے قرآن و حدیث کی روشنی میں اللہ کا مختصر مگر جامع تعارف انتہائی خوبصورت الفاظ میں اپنی ایک تالیف "تعارف تنظیم اسلامی" کے صفحہ ۶۷ پر کروایا ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

اللہ وہ زندہ جاوید ہستی ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا ------- وہ الاحد ہے یعنی ہر اعتبار سے تنہا اور اکیلا، چنانچہ نہ کوئی اس کی ذات میں شریک ہے نہ صفات میں، نہ حقوق میں نہ اختیارات میں، نہ اس کا کوئی ہم جنس ہے نہ ہم کفو، نہ ہم سر ہے نہ ہم پلہ، نہ ضد ہے نہ ند، نہ مثل ہے نہ مثال ----- وہ الصمد ہے یعنی وہ پورے سلسلہ کون و مکان کا مبدع بھی ہے اور موجد بھی، خالق بھی ہے اور باری بھی، صانع بھی ہے اور مصور بھی، اور اسی کی توجہ و عنایت اسے تھامے ہوئے بھی ہے اور قائم کیے ہوئے بھی۔

وہ پاک اور منزہ و مبرا ہے ہر عیب، ہر نقص، ہر کمی، ہر ضعف، ہر احتیاج، ہر غلطی اور ہر کوتاہی سے، گویا وہ "سبوح" بھی ہے اور "القدوس" بھی ----- اور جامع ہے تمام محاسن و کمالات کا، اور ہر خیر اور خوبی کا بدرجہ تمام و کمال، گویا وہ "الغنی" بھی ہے اور "الحمید" بھی، کسی کو کوئی قوت و طاقت حاصل نہیں بجز اس کے اذن و اجازت کے، گویا وہی "العلی" بھی ہے اور "العظیم" بھی اور "المتعال" بھی ہے اور "الکبیر" "المتکبر" بھی ---- **سبحان اللہ والحمد للہ و لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

اس کی ذات وراء الوراء ہے اور اس کی ماہیت اور کنہ کو کوئی نہیں جان سکتا۔ اور اس کی معرفت کی واحد راہ اس کے اسماء صفات کے واسطے ہی سے ہے چنانچہ تمام اچھے نام اسی کے ہیں اگرچہ متعین طور پر اس کے اسماء حسنیٰ وہی ہیں جو قرآن اور حدیث نبویؐ میں وارد ہوئے ---- اسی طرح وہ تمام صفات کمال سے بتمام و کمال متصف ہے جن میں سے اہم ترین آٹھ ہیں یعنی حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام اور تکوین، چنانچہ وہی "الحی" بھی ہے اور "القیوم" بھی اور "السمیع" بھی ہے اور "البصیر" بھی "علی کل شی قدیر" بھی ہے اور "بکل شی ء علیم" بھی، "**فعال لما یرید**" بھی ہے اور "**انما امرہ اذا اراد شیا ان یقول لہ کن فیکون**" کی شان کا حامل بھی ------ مزید برآں اس کی جملہ صفات اس کی ذات ہی کی مانند مطلق و لا متناہی ہیں نہ کہ محدود و مقید، اور قدیم ہیں نہ کہ حادث، اور ذاتی ہیں نہ کہ کسی اور کی عطا کردہ۔ ○○

"ظاہر ہے کہ یہ ہمہ گیر اور بنیادی تبدیلیاں نہ سیاسی اور انتخابی عمل کے ذریعے ممکن ہیں، اس لئے کہ سیاسی اور انتخابی عمل کے ذریعے کسی قائم شدہ نظام کو بہتر طور پر چلایا جا سکتا ہے تبدیل نہیں کیا جا سکتا، نہ ہی کسی تدریجی اور جزوی اصلاح کے ذریعے ممکن ہیں، اس لئے کہ اس طرح صرف سطحی تبدیلیاں لائی جا سکتی ہیں بنیادی نہیں، بلکہ اس کے لئے ایک مکمل انقلاب کی ضرورت ہے جس کے لئے ایک ایسی انقلابی جماعت لازمی ہے جس کے وابستگان پہلے اپنی ذات اور اپنے دائرہ اختیار خصوصاً اپنے گھر میں احکام شریعت کو نافذ کریں اور پھر ایک بنیان مرصوص کی صورت اختیار کر کے منظم انداز میں تن من دھن قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ (چنانچہ اس کی ایک حقیر سی کوشش کے لئے تنظیم اسلامی قائم کی گئی ہے)---- لیکن اس سے بھی پہلے یہ ضروری ہے کہ عوامی سطح اور وسیع پیمانے پر نظام خلافت کی خصوصیات کا فہم و شعور عام کیا جائے چنانچہ اسی کے لئے "تحریک خلافت پاکستان" کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ اور اس کی ابتدائی کوشش کے ضمن میں آپ حضرات کا تعاون درکار ہے جس کے سلسلے میں امید ہے کہ آپ مایوس نہیں کریں گے"۔ (ڈاکٹر اسرار احمد کی قلم سے)

نظامِ خلافت کے خدوخال

(۱) اللہ تعالیٰ کی حاکمیت مطلقہ کا جو اقرار "قرار دادِ مقاصد" میں موجود ہے اس کے عملی نفاذ کے لئے قرآن اور سُنّت رسولؐ کی غیر مشروط اور بلا استثناء بالادستی جو نظام اور قانون دونوں پر اس مشروط اور غیر مبہم صراحت کے ساتھ حاوی ہو کہ قانون اسلامی کی تدوین نو اور اجتہاد کا عمل تو پارلیمنٹ یا مجلسِ ملّی کے ذریعے ہوگا تاہم ملک کی اعلیٰ عدالتوں کو اختیار ہوگا کہ جس قانون کو کلی یا جزوی طور پر قرآن اور سنت کی حدود سے متجاوز سمجھیں اسے کالعدم قرار دے سکیں۔

(۲) مخلوط قومیت کی نفی---- جس کے نتیجے میں خلیفہ کے انتخاب اور قانون سازی کے عمل میں صرف مسلمان شریک ہوں گے اور اس کے لئے ووٹ کا حق ہر بالغ مسلمان مرد اور عورت کو حاصل ہوگا لیکن انتخاب میں حصہ صرف ایسے مسلمان مرد لے سکیں گے جن کا کردار مشتبہ نہ ہو۔ جبکہ غیر مسلموں کی جان و مال اور عزت و آبرُو کی حفاظت کی پوری ذمہ داری قبول کی جائے گی اور انہیں عقیدے و عبادت کے ساتھ ساتھ پرسنل لاء میں مکمل آزادی کی ضمانت دی جائے گی۔

(۳) خلیفہ کا انتخاب بلاواسطہ پورے ملک کے مسلمان کریں گے اور اسے پارلیمنٹ یا مجلسِ ملّی کی اکثریت کا محتاج نہیں بنایا جائے گا بلکہ موجودہ دنیا کے معروف صدارتی نظام کے مانند ایک متعین مدّت کے لئے وسیع انتظامی اختیارات دیئے جائیں گے۔

(۴) صوبائی عصبیت کی لعنت کے خاتمے اور عوام کی انتظامی سہولت کے لئے صوبے چھوٹے چھوٹے بنائے جائیں گے اور انہیں زیادہ سے زیادہ حقُوق و اختیارات دیئے جائیں گے۔ یہ بھی طے کیا جا سکتا ہے کہ دوسرے جغرافیائی، لسانی اور ثقافتی عوامل کو پیش نظر رکھتے ہوئے صوبے اس طرح تشکیل دیئے جائیں کہ کسی بھی صوبے کی آبادی ایک کروڑ سے زائد نہ ہو!

(۵) سود اور جوئے کے کامل انسداد کے ذریعے معیشت کی تطہیر ہو اور اس کی بجائے شراکت اور مضاربت کے اصولوں پر نئے تجارتی اور صنعتی ڈھانچے کی تشکیل کی جائے۔

(۶) حضرت عمرؓ کے اجتہاد کی بنیاد پر ایک بالکل نیا بندوبست اراضی کہ جو علاقے مسلمانوں نے کسی بھی وقت بزورِ شمشیر فتح کئے، ان کی اراضی "عشری" یعنی انفرادی ملکیت نہیں، بلکہ "خراجی" یعنی اجتماعی ملکیت ہے جس کے کاشتکار خواہ مسلمان ہوں خواہ غیر مسلم، اسلامی حکومت کو براہِ راست خراج ادا کریں گے۔ اس سے جاگیرداری اور غیر حاضر زمینداری کا بھی مکمل خاتمہ ہو جائے گا اور اتنا ریونیو حاصل ہوگا کہ بہت سے ٹیکسوں سے نجات حاصل ہو جائے۔

(۷) زکوٰۃ کی کامل تنفیذ یعنی کُل اموال تجارت کی مجموعی مالیت کے ڈھائی فیصد کی وصولی ہو جس سے کفالت عامہ (Social Security) کا پورا نظام اور ہر شہری کے لئے روٹی، کپڑا اور مکان ایسی بنیادی ضروریات، اور تعلیم اور علاج کی یکساں سہولتوں کی فراہمی کی ضمانت دی جا سکے۔

(۸) مکمل قانونی مساوات جس میں خلیفۃ المسلمین اور پارلیمنٹ یا مجلس ملّی کے ارکان سمیت کسی کو بھی نہ قانونی تحفظات حاصل ہوں گے نہ ترجیحی حقوق (Priviliges)، اگرچہ مفاسد کے سدِّباب کے لئے غلط اور جھوٹے الزامات لگانے والوں کے لئے حدِ قذف پر قیاس کرتے ہوئے سخت تعزیری قوانین بنائے جا سکیں گے۔

(۹) شراب اور دوسری نشہ آور چیزوں کے مکمل استیصال کے لئے سخت تعزیراتی قوانین کا نفاذ ہوگا۔

(۱۰) مخلوط معاشرت کا سدِّباب ہوگا چنانچہ اصولی طور پر مردوں اور عورتوں کے جداگانہ دائرہ ہائے کار کی تعیین کر کے عملی اعتبار سے تعلیم و تربیت اور علاج معالجے کے لئے کُلیتہ جداگانہ ادارے، اور ضرورت داعی ہونے پر گھریلو صنعتوں کی ترویج کی جائے گی حتیٰ کہ ایسے صنعتی اداروں کا قیام بھی ہو سکتا ہے جس میں خواتین ہی کام کریں اور خواتین کی ہی نگرانی ہو اور ان کے اوقات کار بھی مردوں کے مقابلے میں کم ہوں۔ مزید براں عصمت و عِفّت کی حفاظت اور قلب و نظر کی پاکیزگی کے لئے ستر اور حجاب کے شرعی احکام کی سختی سے تنفیذ کی جائے گی۔